سہ ماہی

دعوت اہل سُنت

شمارہ نمبر 8

جون جولائی اگست 2023

پاسبان اہل سنت و جماعت پاکستان

اجمالی فہرس

اداریہ	ابوالحسین رضوی	01
مسئلہ علم غیب پر ساجد خان اور اکابر دیوبند کی ہاتھا پائی	ابوالھمّام محمد اشتیاق فاروقی مجدّدی رضوی حفظہ اللہ	02
مسئلہ شب باشی پر وہابیہ کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ	مولانا احمد رضا قادری رضوی حفظہ اللہ	30
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن کا جواب	عبید الرضا ارسلان قادری رضوی	57
ظہور فیضی کے عقائد ونظریات (قسط نمبر ۳)	مبلغ یورپ مفتی اورنگ زیب نقشبندی حفظہ اللہ	72
رشید گنگوہی کے باغی دیوبندی	مولانا رفعت برکاتی حفظہ اللہ	77

اداریہ

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد!

دیابنہ ووہابیہ کی پرانی عادت ہے کہ وہ اپنے باطل وکفریہ عقائد پر پردہ ڈالنے اور حسام الحرمین کے فتاویٰ سے اغماض نظر کرتے ہوئے امام اہل سنت مجدد اعظم امام احمد رضا خان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں، کچھ موجودہ اصاغرین دیوبند کو اپنے طواغیت اربعہ کی کفریہ عبارات سے جان چھڑانے کی نئی چال سوجھی کہ کفریہ عبارات پر بات کرنے سے پہلے فتویٰ تکفیر کے راوی یعنی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان اور سچائی پر گفت گو ہوگی حالانکہ علمی میدان میں اس عذر لنگ کی وقعت تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں کیوں کہ دیوبندی اکابرین امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی کتابوں میں برملا مسلمان اور عاشق رسول لکھ چکے ہیں۔

الغرض دیابنہ ان اوچھے ہتھکنڈوں سے اپنے بڑوں پر سے فتوی تکفیر نہیں اٹھا سکتے، رستہ صرف ایک ہی ہے کہ موجودہ دیوبندی علما ان متنازع عبارات کفریہ سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے ایسی کتابوں کو دریا برد کردیں تا کہ ان کی آنے والی نسلیں ان کفریات کے تعفن سے مکدر نہ ہوں، اللہ ہدایت عطا فرمائے۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہینہ اپنی برکتیں لٹا رہا ہے۔

مجلہ دعوت اہل سنت کا شمارہ ہشتم پیش خدمت ہے، امید ہے قارئین مضامین سے استفادہ کریں گے۔

خیر اندیش

ابوالحسین رضوی

عفا عنہ الرحمن

مسئلہ علم غیب پر ساجد خان اور اکابر دیوبند کی ہاتھا پائی

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی رضوی

ساجد خان دیوبندی اپنی کتاب "دروس مناظرہ" میں علم غیب کے بارے اپنا عقیدہ بعنوان "اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ" لکھتے ہیں۔

علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جتنے علوم یا غیب کی خبریں بطور انباء الغیب، اطلاع الغیب اور اخبار الغیب کے طریق پر عطا کی گئی ہیں مخلوق میں کسی کو عطاء نہ ہوئیں آپ فوق ذی کل علم علیم کے مصداق ہیں۔ مگر نہ تو ان علوم پر علم غیب کا اطلاق درست ہے اور نہ ہی آپ کو ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ ذرے ذرے کا کلی تفصیلی علم عطا کیا گیا۔

(دروس مناظرہ صفحہ 248 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

نوٹ: ساجد خان دیوبندی نے "فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کو فوق ذی کل علم علیم لکھا ہے۔

پھر ساجد خان دیوبندی مخلوق کیلئے علم غیب ماننے والوں پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مخلوق کیلئے علم غیب رکھنے والے مشرک

علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس لئے فقہاء احناف کے فتاویٰ کی روشنی میں کسی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر و مشرک ہے۔

(دروس مناظرہ صفحہ 248 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

دیوبندی اصولوں سے جواب

ساجد خان دیوبندی نے علم غیب کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کر کے اسے اہل سنت سے منسوب کر کے اس پر حکم بھی لگا دیا مگر اس پر کوئی قرآنی آیت پیش نہیں کی جس میں لکھا گیا ہو کہ حضور ﷺ

کیلئے اطلاق علم غیب کفر و شرک ہے۔ اور ایسی کوئی آیت پیش نہیں کی جس میں لکھا گیا ہو کہ حضور ﷺ کو غیب کے بارے میں جو بھی علم عطا فرمایا گیا، انباء الغیب، اطلاع الغیب اور اخبار الغیب ان پر علم غیب کا اطلاق درست نہیں۔ پھر ایسا دعویٰ کہ حضور ﷺ کو فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (ساجد نے اس طرح غلط لکھا ہے فوق ذی کل علم علیم) کے مصداق مان کر اس پر بھی کوئی قطعی دلیل پیش نہ کر سکے۔ پھر حکم لگاتے ہوئے قرآن کے کسی بھی آیت سے دلیل پیش نہ کر سکے جس میں لکھا گیا ہو کہ مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ تو خود ساجد خان کا عقیدہ خود ان کے اپنے ہی اصول سے باطل ٹھہرا جیسا کہ علم غیب پر مناظرہ کرنے کے شرائط میں یہی ساجد خان دیوبندی پہلی شرط میں لکھتے ہیں کہ

(1) چونکہ عقیدہ کا باب ہے اس لئے قرآنی آیت اگر پیش کی جائیں گی تو قطعی الدلالت ہوں اور حدیث ہو تو متواتر۔ (دروس مناظرہ صفحہ 249 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

ساجد خان دیوبندی نے اپنے عقیدے پر کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی اور دعویٰ لکھا اور پھر اس پر بھی حکم لگایا یہ خود ساجد خان دیوبندی کے اپنے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ ساجد خان دیوبندی خود اپنے مخالفین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

[دیوبندی] حضرات کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ عقیدہ پہلے بناتے ہیں اور رب کا قرآن بعد میں پڑھتے ہیں۔ (دروس مناظرہ صفحہ 313 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

(نوٹ: اس عبارت میں بریکٹ کے الفاظ میں فقیر نے ترمیم کی ہے تا کہ ساجد خان دیوبندی صاحب کو آئینہ دکھایا جا سکے)

ساجد خان نے اپنے مذہب کے کرتوتوں کا الزام دوسروں پر لگایا ہے۔ حالانکہ ساجد خان نے خود بھی علم اور علوم کے الفاظ استعمال کئے ہیں بلکہ یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ

آپ فوق ذی کل علم علیم کے مصداق ہیں۔

(دروس مناظرہ صفحہ 248 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۔(سورۃ یوسف آیۃ 76) کی تفسیر میں دیوبندی اکابر لکھتے ہیں!

شبیر عثمانی صاحب سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (سورۃ یوسف آیۃ 76) کی تفسیر میں شبیر احمد دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

یعنی دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا، دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں سے اوپر ایک جاننے والا ہے جسے "عالم الغیب والشھادۃ" کہتے ہیں۔

(تفسیر عثمانی سورۃ یوسف آیہ 76)

شبیر احمد دیوبندی صاحب کے اصول سے وہی فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کا مصداق ہوگا جو عالم الغیب والشھادہ ہو ۔

فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

تھانوی صاحب سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کہ اس کا علم ذاتی بھی ہے اس میں بھی فوقیت ہے اور محیط بالکل بھی ہے یہ بھی فوقیت ہے۔

(بیان القرآن صفحہ 485 پاک کمپنی لاہور)

تھانوی صاحب صاف طور پر لکھ رہے ہیں کہ

"اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔"

اللہ کی ذات ہے کیونکہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور ذاتی ہونے میں فوقیت ہے دوسری بات یہ کہ اللہ عزوجل کا علم محیط ہے اور محیط ہونا بھی فوقیت ہے۔یعنی تھانوی صاحب کے نزدیک فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کا

مصداق وہی ہے جن کا علم ذاتی ہو اور محیط ہو۔

تو ساجد خان اپنے اکابر اشرفعلی تھانوی صاحب اور شبیر احمد دیوبندی صاحب کے اصول سے مشرک ہوئے کیونکہ ساجد خان دیوبندی صاحب نے حضور ﷺ کو فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کے مصداق مان کر حضور ﷺ کیلئے ذاتی علم، محیط علم اور عالم الغیب والشھادۃ بھی مان لیا ہے اب ساجد خان دیوبندی کو چاہئے کہ وہ اپنے اس دعویٰ پر تھانوی صاحب اور شبیر احمد دیوبندی صاحب کو کوئی دلیل پیش کرے کیونکہ یہ عقائد کا مسئلہ اور دلیل بھی ایسی پیش کرے جس کے ایک سے زائد معنی کا احتمال نہ ہو جیسا کہ ساجد خان صاحب ہی نے اصول بیان کیا ہے کہ

عقائد پر دلائل دیتے ہوئے جو بھی آیت پیش کرے گا وہ "قطعی الدلالت" ہونی چاہئے کہ اس کا صرف اور صرف ایک معنی بنتا ہو۔اگر ایک سے زائد معنی کا احتمال ہو تو آیت پیش نہیں کر سکتا۔ اور حدیث بھی جب پیش کرے گا تو "متواتر" پیش کرے گا۔کیونکہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔(دروس مناظرہ صفحہ 70 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یاد رہے یہ گفتگو ہم دیوبندی اصول سے الزامی طور پر کر رہے ہیں یہاں کوئی دیوبندی یہ تاویل نہ کرے کہ ساجد خان دیوبندی مخلوق میں علم والوں میں سب سے بڑھ کر علم والا حضور ﷺ کی ذات کو مان رہے ہیں کیونکہ یہ بھی دیوبندی اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ دیوبندیوں کے نزدیک "علم" اللہ عزوجل کی ذاتی صفت ہے اور اس کا مخلوق کو عطا ہونا محال ہے جیسا کہ آگے حوالہ پیش کریں گے۔لیکن پہلے ساجد خان دیوبندی کا نظریہ بھی ملاحظہ ہو کہ وہ بھی مخلوق کیلئے اللہ کے عطا کردہ علم کے قائل ہیں۔

ساجد خان کا حضور ﷺ کے لئے علوم کا اقرار

جیسا کہ ساجد خان صاحب انباء الغیب وغیرہ کو بھی علوم مانتے ہیں اور لکھتے ہیں

علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔نبی کریم ﷺ کو جتنے علوم یا غیب کی خبریں بطور انباء الغیب

اطلاع الغیب اور اخبار الغیب کے طریقے پر عطا کی گئی ہیں۔

(دروس مناظرہ صفحہ 248 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں بھی ساجد خان نے لکھا ہے کہ "علوم یا غیب کی خبریں" اور ان کی عطاء بھی مان لی ہے۔

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

مخلوق کو عطاء کیا ہوا علم یا کوئی جزئی علم "علم غیب" نہیں۔

(دروس مناظرہ صفحہ 191 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں بھی عطا کی بات کر کے علم اور علم جزئی مان لیا ہے۔ یہاں ساجد خان دیوبندی نے انباء الغیب اطلاع الغیب اور اخبار الغیب کے طریقے کی بات بھی نہیں لکھی ۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

ہاں بعض اوقات ان علوم غیبیہ میں سے بعض غیب کی باتوں کا علم بطور اخبار یا اطلاع انبیاء علیہم السلام کو وحی کی جاتی ہے۔ (دروس مناظرہ صفحہ 206 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں بھی "علوم غیبیہ میں سے بعض غیب کی باتوں کا علم" لکھا ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے علم یا انباء الغیب اظہار الغیب وغیرہ کا منکر زندیق وملحد ہے۔ (دروس مناظرہ صفحہ 249 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں بھی ساجد خان حضور ﷺ کے لئے علم یا انباء الغیب نہ صرف مان گئے بلکہ اس کے منکر پر زندیق اور ملحد کا حکم بھی لگا دیا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کیلئے فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کے مصداق کا عقیدہ بھی مان لیا۔

ساجد خان جب بھی انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب اور اطلاع الغیب کی بات کرتے ہیں اور غیب کے علم کی بات کرتے ہیں تو ان کے پاس "علم" اور "علوم" کے الفاظ استعمال کرنے کے علاوہ کوئی

چارہ نہیں نہ علم غیب کیلئے مترادف الفاظ لگانے کی ہمت ہے در پردہ وہ بھی علم غیب مانتے ہیں اسی لئے بار بار علم اور علوم عطا ہونے کی بات کر رہے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ وہ اپنے اکابر کے اصول سے خود مشرک بن بیٹھے ہیں۔ کیونکہ قاسم نانوتوی صاحب کے پوتے دار العلوم دیوبند کے مہتمم اور دیوبندیوں کے حکیم الاسلام لکھتے ہیں کہ

ساجد خان اور مہتمم دار العلوم دیوبند کی ہاتھا پائی

عطاء علم کے معنی مخلوق میں اس لئے بھی نہیں بن سکتے کہ عطاء دے دینے کو کہتے ہیں اور دے دینے کی حقیقت کسی شئے کو اپنے سے جدا کر کے منتقل کر دینے کے ہیں اپنے پاس رکھ کر اس کی اطلاع کر دینے کو عطاء نہیں کہتے اور ظاہر ہے علم حق تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اس کا حق تعالیٰ سے جدا ہو کر منتقل ہو جانا محال ہے، ورنہ بصورتِ منتقلی وہ صفتِ ذات باقی نہیں رہ سکتی جو عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ پس حق تعالیٰ بلا شبہ معطی اور عطاء کنندہ ہیں، مگر اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کی حد تک، جو ذات کے اندر نہیں ہوتیں، خود اپنی ذات یا ذاتیات کے حق میں معطی نہیں ہے، کہ اپنی ذات دوسرے کو دیکر خدا بنا دیں اور خود معاذ اللہ خدا نہ رہیں یا اپنی صفات اسے دے دیں اور خود معاذ اللہ معریٰ عن الصفات رہ جائیں، اسے فلاسفہ اور بندگانِ عقل گوارا کریں تو کریں، بندگانِ خدا کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

(مجموعہ رسائل حکیم الاسلام جلد اول صفحہ 344، 345 مکتبۃ الاحرار مردان اپریل 2011ء)

مہتمم دار العلوم دیوبند کے اس اصول سے اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ عطا نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے نزدیک عطا دے دینے کو کہتے جب ان کے نزدیک اللہ عزّوجل کسی کو کچھ عطا کرے یا دے تو وہ اللہ کے پاس نہیں رہے گی۔ معاذ اللہ

دیوبندی حکیم الاسلام کے اصول سے علم کا عطاء کرنا علم کا منتقل ہونا ہے عطا کرنے پر وہ علم اللہ عزوجل

کے پاس نہیں رہے گا۔ بلکہ دیوبندی مذہب میں اللہ تعالیٰ مخلوق کو علم عطا ہی نہیں کرسکتا بصورتِ عطا کر دینے کے وہ صفتِ ذات باقی نہیں رہ سکتی جو عقلاً اور شرعاً محال ہے۔

دیوبندی حکیم الاسلام کے اسی اصول سے تمام دیوبندی اکابر واصاغر جاہل بلکہ مشرک ٹھہرے

اگر کوئی انہیں عالم مانے تو دیوبندی اصول سے انہوں نے اس علم کی وجہ سے انہیں خدا مان لیا۔

دیوبندی جن جن کو علما مانتے ہیں وہ سب اسی اصول سے ان کے خدا بن گئے (معاذ اللہ)

اور اسی اصول سے اللہ تعالیٰ کسی کو علم نہیں دے سکتا کیونکہ ان کے نزدیک کسی کو علم عطاء کرنے سے خدا خود خدا نہیں رہے گا۔ (معاذ اللہ)

جیسا کہ ایک اور مقام پر دیوبندی حکیم الاسلام کہتے ہیں کہ

کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر علم کی تقسیم یوں نہ ہوگی کہ اللہ کا علم ذاتی اور رسول کا علم عطائی، یعنی نوعی فرق کے ساتھ دونوں برابر، گویا ایک حقیقی خدا اور ایک مجازی خدا یا بقول عیسائیوں کے ایک اللہ مجرد اور ایک اللہ مُجَسَّد، معاذ اللہ۔

(مجموعہ رسائل حکیم الاسلام جلد اول صفحہ 358 مکتبۃ الاحرار مردان اپریل 2011ء)

فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ میں علم کی وجہ سے فوقیت ہے اور اسی "علم" کی وجہ "علیم" مانا جارہا ہے اور قاری طیب صاحب کے نزدیک "علم" اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور یہ اللہ عزوجل کسی کو عطا نہیں کرتا تو اس اصول سے ساجد خان کا حضور ﷺ کو فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کا مصداق ماننا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ قاری طیب صاحب نے ساجد خان اور ان جیسے دوسرے دیوبندیوں کو بندگان خدا سے اٹھا کر فلاسفہ، بندگان عقل اور نصرانیوں میں گننے لگے۔ اور اسی اصول سے اللہ کی عطا سے حضور ﷺ کیلئے انباء الغیب، اظہار الغیب، اخبار الغیب، اطلاع الغیب کے علوم کا عقیدہ بھی باطل ہوا کیونکہ ساجد خان انہیں بھی اللہ عزوجل کی عطا سمجھتے ہیں۔ اور یوں ساجد خان خود اپنے اکابر کے اصول سے کافر ومشرک ٹھہرے۔ اسی طرح اسی اصول سے بہت سے اکابر دیوبند بلکہ خود دیوبندی حکیم الاسلام بھی مشرک

ٹھہرے یہاں اختصار کے ساتھ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خود سے ہاتھا پائی

قاری طیب صاحب خود کہتے ہیں کہ

اوتیت علم الاولین والآخرین۔ اگلوں اور پچھلوں کے علوم مجھے عطا کر دیئے گئے۔

(خطبات حکیم الاسلام جلد 10 صفحہ 19، 20 ندوۃ المصنفین لاہور)

قدرتی طور پر حضرت عیسیٰ کو وہی علوم عطا کئے گئے جو اسرائیلی ذہنیت کے مطابق تھے۔

(خطبات حکیم الاسلام جلد 10 صفحہ 22 ندوۃ المصنفین لاہور)

حدیث میں ہے کہ علمت الاسماء کلها کما علم ادم الاسماء کلها۔ آدم علیہ السلام کو سب نام سکھلا دیئے گئے تو وہی علم مجھے عطا کیا گیا۔

(خطبات حکیم الاسلام جلد 10 صفحہ، 23 ندوۃ المصنفین لاہور)

دیگر انبیاء علیہم السلام کو مخصوص علوم عطا کئے گئے۔

(خطبات حکیم الاسلام جلد 10 صفحہ 23 ندوۃ المصنفین لاہور)

انبیاء علیہم السلام کو جتنے علوم عطاء کئے گئے وہ سارے کے سارے حضور ﷺ کو عطاء کئے گئے تو تمام علوم کا جامع نبی کرم ﷺ کو بنا دیا گیا۔

(خطبات حکیم الاسلام جلد 10 صفحہ 24 ندوۃ المصنفین لاہور)

قاری طیب صاحب کا فتویٰ خود اسی پر لوٹ آیا اور وہ خود اپنے ہی اصول سے مشرک ٹھہرے۔ اسی طرح المہند جنہیں دیوبندی عقائد کی کتاب پیش کرتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند کی المہند سے ہاتھا پائی

دیوبندی عقائد کی کتاب المہند میں لکھا ہے کہ

ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرارِ مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول اور بے شک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا۔ (المہند علی المفند ،ص،56 ادارہ اسلامیات لاہور)

علم کا عطا ہونا المہند کا متفقہ عقیدہ ثابت ہوا۔ جن پر تصدیق کرنے والے سب کے سب قاری طیب کے فتوے سے مشرک ہوئے۔

ذاتی وعطائی، اصطلاحی اور لغوی علم غیب کی تقسیم

ساجد خان دیوبندی لکھتے ہیں کہ

علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس لئے فقہاء احناف کے فتاویٰ کی روشنی میں کسی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ومشرک ہے۔

اور اسی طرح ذاتی اور عطائی کے تقسیم کے بھی قائل نہیں جیسا کہ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ذاتی اور عطائی تقسیم کا عقیدہ باطل ہے

یہ بات سمجھ لینے کے بعد علم غیب ہوتا ہی ذاتی ہے عطائی علم غیب نہیں ہوتا اب جو لوگ علم غیب کی تقسیم کرتے ہیں: (1) علم غیب ذاتی (2) علم غیب عطائی تو اس سے دو خرابیاں آتی ہیں ایک تو تقسیم الشیئی الی نفسہ کیونکہ علم غیب ہوتا ہی ذاتی ہے تو اس کی ذاتی کی طرف تقسیم کا کیا مطلب؟ اور عطائی علم غیب ہوتا ہی نہیں لہذا اس کی صرف تقسیم تقسیم الشیئی الی غیرہ ہے۔ اور یہ دونوں تقسیم الی نفسہ وغیرہ اہل علم کے ہاں باطل ہیں۔

(دروس مناظرہ صفحہ 208 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

تو ساجد خان کے نزدیک دیوبندی اکابر اہل حق نہیں رہے کیونکہ دیوبندی اکابر نے علم غیب ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو بھی تسلیم کیا ہے بلکہ مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تھانوی صاحب حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ

تھانوی صاحب سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، صفحہ 12 قدیمی کتب خانہ)

تھانوی صاحب نے علم غیب کی تقسیم بعض اور کل سے کر کے پھر حضور ﷺ کیلئے بعض علوم غیبیہ مان کر ایسا ہی علم غیب زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے بھی مان لیا، بسط البنان میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کیلئے ہوسکتا ہے۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، صفحہ 19 قدیمی کتب خانہ)

پھر آگے تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں۔ (حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، صفحہ 19 قدیمی کتب خانہ)

تغییر العنوان میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

حضور ﷺ کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالاتِ نبوت میں داخل ہیں، اس کا انکار کون کرتا ہے۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، صفحہ 30 قدیمی کتب خانہ)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء کو بھی حاصل ہیں۔ (حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، صفحہ 31 قدیمی کتب خانہ)

رسالہ شق الجیب عن حق الغیب جو بوادر النوادر میں موجود ہے اسی میں بھی تھانوی صاحب علم غیب بواسطہ تسلیم کر رہے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں۔

علم غیب متناہی اور بواسطہ ممکن کیلئے ممکن الثبوت اور ثابت بھی ہے پھر اس میں مطلق کا درجہ تو ہر ذی شعور کیلئے مشاہدہ سے ثابت ہے اور اس میں بھی کسی کو کلام نہیں۔

(بوادر النوادر صفحہ 665 مکتبہ ابن عباس مردان)

ضمیمہ رسالہ شق الجیب میں بھی تھانوی صاحب بعض علم غیب عطائی مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے علوم مغیبہ میں سے محض بعض مخلوق کو علوم عطا فرمائے ہیں جس میں سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء و ملائکہ کو اور پھر ان سب میں بھی زیادہ حضور اقدس ﷺ کو علوم عطا فرمائے ہیں۔ خصوص امور تشریعیہ کے ایک ایک جز کا اسی طرح امور تکوینیہ مناسبہ منصب نبوت کی ایک ایک جزئی کا علم آپ کو عطاء فرمایا گیا۔ (بوادر النوادر صفحہ 670 مکتبہ ابن عباس مردان)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

باوجود ثبوت بعض علوم مغیبات للمخلوق کسی نص میں مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق وارد نہیں۔

(بوادر النوادر صفحہ 671 مکتبہ ابن عباس مردان)

بلکہ تھانوی صاحب تو علم غیب کو بواسطہ کے اس قائل کو بھی کافر نہیں کہتے جو علم محیط کا عقیدہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ لکھتے ہیں "حضور ﷺ کیلئے علم محیط کا قائل کافر نہیں"

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایک شخص حضور ﷺ کے علم غیب کا قائل ہے اس کے

متعلق کیا حکم ہے۔ میں نے کہا کہ جو شخص علم بلا واسطہ کا قائل ہے وہ تو کافر ہے اور جو علم بواسطہ کا قائل ہو یعنی خدا کی عطا کے واسطہ کا وہ کافر نہیں اگرچہ وہ علم محیط ہی کا قائل ہو۔

(افادات الیومیہ جلد 8 صفحہ 95 صفر 1425ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

حضور ﷺ کو بعض غیوبات کا علم نصوص سے ثابت

نصوص کے اندر بعض مغیبات کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے اور ایسے علم کی نسبت حضور کی طرف جائز ہے مگر باوجود اس کے کہ حضور کے متعلق نصوص میں عالم الغیب کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا لہٰذا عالم الغیب کے لفظ کا استعمال صرف حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہوا۔ (الافادات الیومیہ جلد 10 صفحہ 292 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

تھانوی صاحب کے نزدیک مغیبات کا علم حضور ﷺ کو بھی ہے اور اسے حضور ﷺ کیلئے نہ صرف جائز مانتے ہیں بلکہ نصوص سے ثابت مانتے ہیں۔ کیونکہ یہاں تھانوی صاحب نے مغیبات کی خبر یا اطلاع کی بات نہیں کی بلکہ علم کی بات ہے۔ اور ظاہر ہے مغیبات کا علم ہی علم غیب ہے۔ یہ الگ موضوع ہے کہ حضور ﷺ کیلئے عالم الغیب کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ لیکن یہ ثابت ہوا کہ تھانوی صاحب بھی علم غیب تسلیم کر رہے ہیں۔ جیسا ایک اور مقام اپنے پیر مرشد کا قول بھی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اہل حق کو دریافت وادراک غیبیات کا ہوتا ہے

فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔

(امداد المشتاق صفحہ 92 جولائی 2001ء بک کارنر جہلم)

یہاں تھانوی صاحب کے مرشدان لوگوں کو جواب دے رہے ہیں جو حضور ﷺ کیلئے علم غیب نہیں مانتے۔ان کے جواب میں تھانوی صاحب کے پیرومرشد اہل حق کی توجہ سے دریافت وادراک کو علم حق تسلیم کررہے ہیں نہ کہ خبر صادق یا اطلاع قوی۔تو یہاں بھی واضح ہوا کہ مغیبات کا ادراک اور دریافت علم ہی ہے۔تو یہاں بھی حضور ﷺ کے لئے اطلاق علم غیب نہ صرف مان رہے ہیں بلکہ ثابت کررہے ہیں۔

تھانوی صاحب نے حفظ الایمان، بسط البنان، تغییر العنوان، افادات الیومیہ اور بوادر النوادر میں مخلوق کیلئے علم غیب بھی مان لیا ہے اور ذاتی وعطائی، بعض اور کل کی تقسیم بھی کی ہے ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والے پر ساجد خان دیوبندی نے کفر وشرک کا حکم لگایا ہے۔اور یوں تھانوی صاحب نہ صرف ساجد خان دیوبندی کے نزدیک کافر ومشرک ٹھہرے بلکہ قاری طیب کے نزدیک بھی کافر ومشرک ٹھہرے۔

علمائے اہل سنت تھانوی کو ان کے گستاخانہ عبارت پر کافر سمجھتے ہیں۔اور ساجد خان دیوبندی عقیدہ علم غیب کی وجہ تھانوی کو مشرک سمجھتا ہے ۔

درجھنگی سے ساجد خان دیوبندی کی ہاتھا پائی

مرتضیٰ حسن درجھنگی لکھتے ہیں

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کیلئے جو علوم لازمی اور ضروری ہیں وہ آپ کو بہ تمام ہا حاصل ہو گئے تھے۔(رسائل چاندپوری، جلداول، صفحہ،124، توضیح البیان فی حفظ الایمان، صفحہ،5)

صاحبِ حفظ الایمان کا مدعی تو یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

(رسائل چاندپوری، جلداول، صفحہ،133، توضیح البیان فی حفظ الایمان، صفحہ،13)

دیکھئے کس طرح درجھنگی صاحب حضور ﷺ کیلئے عطائی علم غیب کا اقرار کررہے ہیں۔۔۔اور اس میں نہ تو لغوی قید ہے نہ اصطلاحی نہ بعض کی قید ہے اور نہ کل کی اور نہ اخبار الغیب، انباء الغیب اور اطلاع الغیب کے الفاظ استعمال کئے ہیں بلکہ علم غیب ہی مان رہے ہیں۔جو نہ صرف ساجد خان دیوبندی کے نزدیک شرک ہے بلکہ قاری طیب کے نزدیک بھی شرک ہے۔ساجد خانی ٹولہ ساجد خان کو درجھنگی نسبت سے چاندپوری کا خطاب دیتے ہیں۔جیسا کہ ساجد خان دیوبندی کی دفاع میں لکھی جانے والی کتاب "کشف الخداع" کے مولف ابوسعد لئیق لکھتے ہیں کہ

آپ [ساجد خان] کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ اللہ پاک نے دیوبندیوں کو دوسرا چاندپوری عطا فرمایا ہے تو بالکل درست ہے۔

(کشف الخداع عما ظھر فی ردالدفاع صفحہ 10 دفاع اہل السنۃ والجماعۃ اکیڈمی)

اسی لئے ساجد خان دیوبندی کو چاہئے کہ فوراً اس خطاب سے برات کا اظہار کریں کیونکہ ساجد خان دیوبندی ایسے شخص کا خطاب کیسے گوارا کرسکتے ہیں جو اس کے اپنے اصول سے مشرک وملحد ہو۔

انور شاہ کشمیری اور ان کے داماد سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

انور شاہ کشمیری صاحب کے شاگرد اور داماد انور شاہ کشمیری صاحب کے افادات انوار الباری میں لکھتے ہیں کہ

حضور ﷺ کا علم اطلاعی ہے ذاتی نہیں اور جزئی ہے کلی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے حضور علیہ السلام کا علم متناہی ہے۔(انوار الباری جلد 17 صفحہ 5 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

یہاں اطلاعی سے عطا کی نفی پر قاری طیب کا حوالہ دے کر کوئی دیوبندی تاویل بھی نہیں کرسکتا کیونکہ یہی احمد رضا بجنوری صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

لوح وقلم کا علم

علامہ بوصیری کے شعر"و من علومك علم اللوح و القلم " کے نقد پر جواب دیا ہے کہ حق تعالیٰ کا سارا علم صرف لوح قلم میں محصور نہیں ہے تا کہ علم غیب کی نفی سے علم بما فی اللوح کی بھی نفی لازم ہو جائے اور بتلایا کہ حضور علیہ السلام سے نفی علم غیب کا مطلب نفی جمیع علم غیب کی ہے بعض کی نفی نہیں ہے اور جبکہ وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطیہ خداوندی ہے اور اس کی تحقیق علامہ سعد نے شرح المقاصد میں کر دی ہے۔(انوار الباری جلد 17 صفحہ 20 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

غور سے دیکھئے یہاں علم غیب کو عطیہ خداوندی کہہ کر ذاتی اور جمیع علم غیب کی نفی کر رہے ہیں۔بعض و عطائی کی نفی نہیں کر رہے۔اور پھر لوح وقلم کا علم بھی مان رہا ہے۔اور پھر یہی احمد رضا بجنوری صاحب لوح محفوظ کے علم کو علم غیب قدیم نقل کرتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں

لوح محفوظ علم غیب قدیم

یہ تحقیق ابن دحیہ کی ہے جس کا اتباع ابن المنیر نے کیا ہے اور دونوں نے مزید بتلایا کہ اصل لوحِ محفوظ کی جس سے اس کے علوم لکھے گئے ہیں وہ ازل قدمِ دکا علم غیب قدیم ہے، جو نہ محو ہو سکتا ہے نہ اثبات، کہ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم۔

(انوار الباری جلد 11 صفحہ 65 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

یہاں کوئی کہے کہ لوح وقلم الگ ہیں اور لوح محفوظ الگ جیسا کہ نقل کیا گیا ہے تو ان کی خدمت میں تھانوی صاحب کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔جس میں لوح محفوظ کی بات کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ اور لوح محفوظ کی شان

آپ میں اگر قرآن کریم کی شان اور لوح محفوظ کی شان موجود ہو تو کیا اشکال ہے۔

(میلاد النبی ﷺ صفحہ 243 جنوری 19912ء ادارہ اسلامیات)

یہاں تھانوی صاحب لوح وقلم ہی نہیں بلکہ لوح محفوظ کی شان بھی حضور ﷺ کے لئے مان رہے ہیں جنہیں بجنوری صاحب نے علم غیب قدیم لکھا ہے۔یہی احمد رضا بجنوری صاحب اپنے سسر کے افادات میں حافظ عینی صاحب کے حوالے سے حضور ﷺ کیلئے روح کا علم بھی نقل کرتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں

روح کا علم

میں سمجھتا ہوں کہ حضور ﷺ کا منصب ومرتبہ بلند وبرتر ہے اور حبیب اللہ ہیں اور ساری مخلوق کے سردار ہیں ان کو روح کا علم نہ دیا جانا کچھ مستبعد سا ہے۔حق تعالیٰ نے ان پر انعامات و اکرامات کا اظہار فرماتے ہوئے وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ-وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا کے خطاب سے نوازا ہے۔اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ آیت قل الروح من امر ربی میں کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ روح کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی اس کو نہیں جانتے تھے۔(انوار الباری جلد 6 صفحہ 281 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

صرف روح کا ہی علم نہیں بلکہ قیامت کا علم بھی نقل کر رہے ہیں

روح اور قیامت کا علم

"بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ آیت میں اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی حقیقت روح پر بھی مطلع نہیں فرمایا بلکہ احتمال اس کا ہے کہ آپ کو مطلع فرما کر دوسروں کو مطلع نہ فرمانے کا حکم دیا ہو۔اور علم قیامت کے بارے میں بھی ان کا یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔"(انوار الباری جلد 6 صفحہ 282 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

پھر بجنوری صاحب نے ان مقامات پر یہ اقوال نقل کر کے انہی مقامات پر ان کا رد بھی نہیں کرتے اگر چہ کہیں اور انہوں نے ان علوم کا انکار کیا ہو لیکن اسے کفر وشرک نہیں کہا تو ساجد خان دیوبندی کے

نزدیک نہ صرف انور شاہ کشمیری صاحب اور احمد رضا بجنوری صاحب بلکہ علامہ عینی حافظ ابن حجر مکی، علامہ بوصیری ابن دحیہ ابن المنیر اور علامہ کوثری صاحب بھی مشرک ٹھہرے جن سے یہ اقوال بجنوری صاحب نے نقل کئے ہیں۔

فتاویٰ حقانیہ سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

آنحضرت ﷺ کو بھی علم غیب کلی نہیں تھا بلکہ بعض مغیبات کا علم آپ کو بذریعہ وحی عطا کیا گیا تھا۔ (فتاویٰ حقانیہ جلد اول صفحہ 160 جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک 2005ء)

یہاں فتاویٰ حقانیہ بھی بعض مغیبات کا علم بطور عطائی مانتے ہیں۔ ارشاد المفتین میں مفتی حمید اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ

حمید اللہ جان دیوبندی سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

علم غیب دراصل غیر مشاہدات للناس کے جاننے کو کہتے ہیں جو عام آدمیوں کے علم میں نہ ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (1) علم غیب ذاتی (2) علم غیب عطائی

(علم غیب ذاتی) کلی اس کو کہتے ہیں کہ تمام اشیاء مغیبات ہوں یا ظاہر ہوں، ان کو بغیر اعلام کے جاننا یہ صفت صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

(2) علم غیب عطائی وہ ہے جو بطور وحی یا کشف وکرامات والہام کے ذریعہ ہو جن حضرات کو علم غیب بذریعہ وحی وغیرہ حاصل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاء کرام ہیں اور جن حضرات کو علم غیب بذریعہ کشف والہام حاصل ہو وہ حضرات اولیاء کرام ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطاء کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی یعنی ہر وقت ہر چیز کا ہر جگہ پر علم نہیں رکھتے۔

(ارشاد المفتین جلد اول صفحہ 161 مکتبۃ الحسن لاہور جنوری 2017ء)

مفتی حمید اللہ جان دیوبندی بھی ساجد خان دیوبندی کے فتوے کی نذر ہو گئے۔

کفایت اللہ دہلوی سے ساجد خان دیوبندی کی ہاتھا پائی

دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی کفایت المفتی میں لکھتے ہیں کہ

آں حضرت ﷺ کو حضرت حق شانہ نے تمام مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا تھا۔ اور بے شمار غیوب کا علم بھی دیا تھا۔ (کفایت المفتی جلد اول صفحہ 77 مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی کفایت المفتی میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

حضور ﷺ عالم الغیب نہیں تھے ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے غیوب کا علم آپ کو عطا ہوا تھا۔ (کفایت المفتی جلد اول صفحہ 83 مکتبہ امدادیہ ملتان)

مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی بھی ساجد خان دیوبندی کے فتوے سے بچ نہ سکے۔

عبداللہ دیوبندی سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

دیوبندی مفتی عبداللہ بھی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کرتے ہیں

علم غیب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ذاتی اور ایک عطائی۔ اب جو ذاتی ہے وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو بھی نہیں ہے اور وہی ایک عالم الغیب ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے۔ اور جو عطائی ہے وہ اطلاع علی الغیب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا ہوا علم

(دیوبندی بریلوی اختلاف کا حل صفحہ 15)

مہتمم دارالعلوم اور ابوالاوصاف سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی پسند فرمودہ کتاب "دیوبند سے بریلی تک" میں ابوالاوصاف رومی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ کے سوا جس کو بھی علم غیب حاصل ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔

(دیوبند سے بریلی تک صفحہ 92 ادارہ اسلامیات لاہور)

اسی طرح فردوس شاہ قصوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ

فردوس شاہ دیوبندی سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

اس بات میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے۔

(چراغ سنت صفحہ 207 مکتبہ نذیریہ لاہور)

عبداللہ دیوبندی، قاری طیب، ابوالاوصاف دیوبندی فردوس شاہ دیوبندی، عبدالحق اکوڑہ خٹک انور شاہ کشمیری، احمد رضا بجنوری اور اسی طرح کئی دیوبندی اکابر ساجد خان اور قاری طیب کے فتوے سے مشرک ٹھہرے۔

علم غیب کی ذاتی اور عطائی کی تقسیم اور مخلوق پر علم غیب کے اطلاق پر اکابر دیوبند کے کتب میں اور بھی کافی حوالے موجود ہیں اختصار کیلئے ان ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ ساجد خان دیوبندی نے جو حکم بیان کیا ہے اس میں کسی بھی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر و مشرک ہے۔ اور مذکورہ بالا دیوبندی اکابر نے مخلوق کیلئے علم غیب کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ایک طرف ساجد خان دیوبندی حضور ﷺ کیلئے "علم غیب" کے اطلاق کو کفر اور شرک کہہ رہے ہیں دوسری طرف تھانوی صاحب کے خلیفہ مفتی شفیع دیوبندی لکھتے ہیں کہ

دیوبندی مفتی شفیع سے ساجد خان کی ہاتھا پائی

رسول ﷺ کے علم غیب کے متعلق تقاضا ادب یہ ہے کہ یوں نہ کہا جائے کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو امور غیب کا بہت بڑا علم دیا تھا۔ جو انبیاء میں کسی دوسے کو نہیں ملا۔ (معارف القرآن جلد ہفتم صفحہ 796 ادارۃ المعارف کراچی)

یہاں مفتی شفیع دیوبندی صاحب رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب مانتے ہوئے تنبیہ کر رہے ہیں کہ یوں

نہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ اور ساجد خان دیوبندی اس کا انکار کر رہے ہیں اور یوں مفتی شفیع دیوبندی صاحب کے نزدیک ساجد خان دیوبندی بے ادب اور گستاخ ٹھہرے۔

ساجد خان دیوبندی کا دوغلا پن

مگر ساجد خان دیوبندی بھی عقائد کے معاملے دوغلے پن کا شکار ہیں۔

ساجد خان دیوبندی مخلوق کیلئے علم غیب" بالکل بھی جائز نہیں سمجھتے مگر پھر بھی ان کے پاس لغوی علم غیب تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں جیسا کہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ

علم غیب لغوی کا اقرار

یاد رکھئے انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع الغیب، علم غیب لغوی یہ سب مترادف الفاظ ہیں یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہیں اور پیارے نبی کریم ﷺ کا حصہ ان میں سب سے وافر ہے جو اس کا انکار [انکاری] ہے وہ کافر، زندیق وملحد ہے۔

(دروس مناظرہ صفحہ 208 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں ساجد خان دیوبندی انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع الغیب اور علم غیب لغوی کو مترادف الفاظ کہہ رہے ہیں اور کہتے ہیں اس کا انکاری کافر زندیق وملحد ہے۔

(نوٹ: قارئین ساجد خان دیوبندی کا مترادف الفاظ والا عقیدہ اور اس کے انکاری پر حکم یاد رکھیں عنقریب یہی عقیدہ ساجد خان دیوبندی کے گلے کا طوق بننے والا ہے۔)

یہی ساجد خان دیوبندی علم غیب کے اطلاق کو بھی شرک وکفر کہہ رہے ہیں پھر "علم غیب" کے ساتھ لغوی کی قید لگا کر خود کو اور اپنے اکابر بچانے کی کوشش بھی کی مگر لغوی کی قید بھی تار عنکبوت کی طرح ٹوٹنے

والی ہے۔لغوی علم غیب سے تاویل کرنی چاہی تو لکھتے ہیں۔

کسی کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا ہمارے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے اور مولانا احمد رضان کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت آپ کے مذہب میں بھی کفریہ ہوئی کیونکہ اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہو رہا ہے۔لہٰذا اس عبارت کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تاویل کی جائے گی۔اور تاویل یہ کہ اس عبارت میں علم غیب سے مراد علم غیب اصطلاحی نہیں جو کلی اور ذاتی ازلی ہو بلکہ مراد علم غیب لغوی ہے یعنی غیب کی کسی بات کا علم،(ثبوت بفرد ما) اور ظاہر ہے کہ غیب کی کسی بات بات کا جان لینا بطور انباء الغیب یا اخبار الغیب کسی کے ہاں بھی کفر نہیں۔ (دروس مناظرہ صفحہ 214 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

دیکھئے پہلے ساجد خان دیوبندی نے انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع الغیب اور علم غیب لغوی کو مترادف الفاظ کہا پھر علم غیب کو علم غیب لغوی مان کر اس کے معنی یوں کر دیئے کہ "غیب کی کسی بات کا علم" یعنی علم غیب مان لیا پھر اسی علم غیب کو بطور انباء الغیب یا اخبار الغیب قبول کر لیا۔یہی نہیں بلکہ اپنے مخالفین سے علم غیب لغوی منوانا چاہا،جیسا کہ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

لہذا اب سیفی حضرات مولانا احمد رضا خان اس لغوی و اصطلاحی کی تفریق علم الغیب کے مسئلہ میں تسلیم کر لیں۔(دروس مناظرہ صفحہ 216 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

ایک طرف علم غیب کو اللہ عزوجل کا خاصہ بھی کہہ رہے ہیں پھر اس کے اطلاق کو کفر و شرک بھی کہہ رہے ہیں پھر علم غیب لغوی خود بھی تسلیم کر رہے ہیں اور دوسروں کو اسے تسلیم کرنے پر زور بھی دے رہے ہیں اور اس کے منکر پر کو کافر،زندیق و ملحد کا حکم بھی لگا رہے ہیں۔یہاں کوئی ساجد خانی یہ تاویل بھی نہیں کر سکتا کہ ساجد خان دیوبندی نے یہاں پر الزامی جواب دیا ہے کیونکہ ساجد نے خود انباء الغیب،اخبار الغیب

،اظہار الغیب، اطلاع الغیب کو علم غیب لغوی کے مترادف لکھا ہے۔یہاں الزامی جواب سے تاویل قابل قبول نہیں کیونکہ یہ ساجد خان کا اپنا ہی اصول ہے کہ انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع الغیب اس کے نزدیک علم غیب لغوی کے مترادف ہیں۔سوشل میڈیا پر ایک صاحب نے پوسٹ کی تھی کہ ساجد خان دیوبندی بھنگ پی کر کتابیں لکھتے ہیں جب دروس مناظرہ نظر سے گزری تو سوچنے لگا کہ واقعی اس صاحب کی بات کسی حد تک درست بھی ہو سکتی ہے اگر ایسا نہ بھی ہو تو مالیخولیا کا اثر ضرور لگتا ہے کیونکہ یہ ساجد خان کی تضادات کا مجموعہ ہے جس میں کبھی وہ خود سے ہاتھا پائی کرنے لگتا ہے کبھی اپنے اکابر سے ہاتھا پائی پر اتر آتے ہیں۔ پھر ساجد خان دیوبندی کے اصول سے لغوی علم غیب کے معنی بنتے بھی نہیں جیسا کہ خود لغت کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ساجد خان کے اصول سے علم غیب لغوی اور اصطلاحی تقسیم درست نہیں

فهو علم يبحث فيه عن مفردات الالفاظ الموضوعة من حيث دلالتها على معانيها بالمطابقة (البلغه فی اصول اللغه ص 66)

(دروس مناظرہ صفحہ 217 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

ساجد خان دیوبندی کے اس نقل کردہ تعریف سے علم غیب کے لغوی معنی بنتے ہی نہیں کیونکہ علم غیب مفرد نہیں بلکہ علم اور غیب کا مرکب ہے۔اور ساجد خان دیوبندی کے نقل کردہ اصول سے ہی علم غیب کے لغوی معنی باطل ٹھہرے۔

یہی نہیں بلکہ ساجد خان دیوبندی پھر آگے "اصطلاح" کی تعریف بھی کرتے ہیں۔

الاصطلاح هو اتفاق القوم على وضع الشیء و قيل اخراج الشیء عن المعنى اللغوی الى معنى آخر لبيان المراد۔ (دروس مناظرہ صفحہ 217 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

ساجد خان دیوبندی نے علم غیب کے اصطلاحی معنی کئے تو اس اصول سے لغوی معنی ہی نہ رہا تو پھر اسے لغوی معنی کی طرف پھیرنے کا کیا مطلب؟

کیونکہ ساجد خان دیوبندی نے علم غیب کو اللہ عزوجل کا خاصہ قرار دیا ہے اور اس خاصہ کے بارے میں خود ساجد خان دیوبندی لکھتے ہیں کہ اس سے ان کا کونسا والا خاصہ مراد ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

ہم عرض کر دیتے ہیں کہ کہ ان چھ قسموں میں سے ہمارا والا "خاصہ" خاصہ حقیقی ہے جسے "خاصہ مطلقہ" بھی کہا جاتا ہے۔ (دروس مناظرہ صفحہ 217 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

جب ساجد خان دیوبندی کے نزدیک علم غیب اللہ عزوجل کا خاصہ حقیقی ہے تو پھر اس اصول سے علم غیب کے لغوی معنی کیسے ممکن ہوئے۔ جیسا کہ ساجد خان دیوبندی خود لکھ رہے ہیں

پس جب شرعی معنی میں یہ اللہ کی صفت خاصہ ہے تو جس طرح کسی پر رسول کا اطلاق کر کے اگر لغوی معنی مراد لینا جائز نہیں صلوٰۃ یا حج کی حرمت کا فتویٰ دے کر اس سے لغوی معنی لینا جائز نہیں اسی طرح مخلوق کے علم کو "علم غیب" کہنا بھی جائز نہ ہوگا۔

(دروس مناظرہ صفحہ 207 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

تو ہمارا ابھی یہی سوال ہے کہ اس اصول سے علم غیب کے لغوی معنی کیسے جائز ہوئے؟

پھر اشرفعلی تھانوی صاحب کے اصول سے بھی ایسے لغوی معنی اہل علم کیلئے بھی درست نہیں جیسا کہ وہ حاضر ناظر کے لغوی معنی کے بارے میں کہتے ہیں کہ

تھانوی کے اصول سے علم غیب لغوی اور اصطلاحی تقسیم درست نہیں

حق تعالیٰ کی صفت کا کسی دوسرے کے واسطے ثابت کرنے کا تو اس شخص کا اپنی حد سے بڑھانا اور شان خداوندی کا گھٹانا ہوا۔ اہل علم کیلئے تو یہ صرف صورۃ ہے اور عوام اگر اس لفظ کا اطلاق

حضور ﷺ کیلئے کرنے لگیں گے تو اس معنی تک بھی ان کی رسائی نہ ہوگی کہ صرف با اعتبار معنی لغوی حاضر و ناظر آپ کیلئے کہا گیا ہے وہ اس سے وہی معنی لیں گے جو ذات خداوندی پر اطلاق کے وقت لیتے ہیں اور یہ شرک ہے تو عوام کے مغالطہ میں پڑنے کی وجہ یہ اطلاق اہل علم کیلئے بھی مناسب نہیں۔ (مجالس الحکمۃ صفحہ 201 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

حاضر و ناظر کے الفاظ قرآن مجید میں کہیں بھی اللہ عزوجل کے لئے استعمال نہیں ہوئے اس کے برعکس علم غیب کے صریح الفاظ ثابت ہیں۔ مگر پھر تھانوی صاحب علم غیب کے الفاظ حضور ﷺ کیلئے استعمال کرتے ہیں اور اس میں شرک کا شائبہ بھی نہیں جانتے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ تھانوی صاحب نے حضور ﷺ کیلئے علم غیب کے الفاظ استعمال کر کے لغوی کی قید نہیں لگائی۔ مگر حاضر و ناظر کے الفاظ میں انہیں شرک نظر آیا جو تھانوی صاحب کی کم فہمی ہے۔ لیکن پھر بھی خواص کیلئے منع کر رہا ہے عوام کی وجہ سے۔ تو پھر علم غیب کے اصطلاحی تعریف کے بعد لغوی تعریف کرنا عوام کیلئے کیسے مفید ہو سکتا ہے۔ عوام کیا جانے اصطلاحی معنی کیا ہے اور لغوی معنی کیا ہے۔ تو تھانوی صاحب کے اصول سے بھی علم غیب کے لغوی معنی درست نہیں۔

کیونکہ بقول قاری طیب کے یہ تو ایسا عقیدہ ہوا کہ

صفتِ ذات حق سے الگ ہو کر پائی نہیں جا سکتی تو لامحالہ ذاتِ حق کے علاوہ کسی اور ذات کے ضمن میں پائی جائے تو علم غیب میں ذات حق کا شریک نکل آیا۔ اگر شریک مستقل نہیں تو کم از کم ہنگامی اور عارضی شریک تو ضرور پیدا ہو گیا۔

(مجموعہ رسائل حکیم الاسلام جلد اول صفحہ 351 مکتبۃ الاحرار مردان اپریل 2011ء)

تو دیوبندی حکیم الاسلام کے اصول سے ساجد خان اور اس جیسے دوسرے دیوبندی حضرات جو علم غیب

کی تاویل لغوی علمِ غیب سے کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے ذات کی مستقل نہیں تو کم از کم ہنگامی اور عارضی شریک تو ضرور مانتے ہیں۔

پھر لغت اور اصطلاح کی یہ تعریف کرنے کے بعد ساجد خان اپنی جہالت پر کس طرح اکڑ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

لیجئے ایاز سیفی صاحب! آپ کے بے مقصد سوالوں کے جوابات ہم نے ایسی کتب سے دے دیئے ہیں جو آپ کو پڑھنا تو کیا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوں گی۔ اس علمی فائدے پر ہمارا شکریہ ادا کرنا نہ بھولئے گا۔ (دروس مناظرہ صفحہ 217 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

ساجد خان دیوبندی! ایاز سیفی صاحب آپ کا شکریہ ادا کرے یا نہ کرے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں مگر جن دیوبندی صاحبان نے علم غیب کے لغوی معنی کئے ہیں انہیں ضرور آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے ان اقوال سے رجوع کرلیں جن میں انہوں نے علم غیب کے لغوی معنی کئے ہیں ۔

باقی رہی بات مفسر قرآن وشارح مسلم وبخاری علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور حضرت علامہ پیر محمد چشتی صاحب کی بات کہ انہوں نے علم غیب کے لغوی معنی کئے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر ساجد خان دیوبندی کے اصول سے تو کوئی بھی دیوبندی مولوی علم غیب کے لغوی معنی کرنے کا اہل نہیں رہا۔

اگر کوئی دیوبندی علم غیب لغوی کی تعبیر کرے بھی تو ساجد خان کے نزدیک غلط رہے گا۔ جیسا کہ ساجد خان نے اسی لغوی علم غیب پر اپنے اکابر کو بھی رگڑا لگایا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں

علم غیب لغوی کی تاویل

ہمارے اکابر کی جن کتب میں علم غیب کا اطلاق مخلوق کیلئے کیا گیا ہے تو وہاں تاویل کریں گے اور ان کی عبارتوں کو قرآن وحدیث کے مطابق کریں گے اور حسن ظن رکھتے ہوئے زیادہ سے

زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا تسامح تھا اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

(دروس مناظرہ صفحہ 209 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

ساجد خان اپنے اکابر کی غلطی کو تسامح یا کوئی بھی تعظیمی نام دے حقیقت یہی ہے کہ یہ ساجد خان کے اصول سے بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ ساجد خان دیوبندی صاحب کے نزدیک علم غیب کو لغوی علم غیب کہنا ایہام کفر وشرک سے خالی نہیں۔ اور ایہام کفر وشرک میں مبتلا ہونا کوئی معمولی غلطی نہیں۔ جیسا کہ ساجد خان بھی اسے ایہام شرک وکفر سے تعبیر کرکے اسے خود منع کرتے ہیں۔

اطلاق علم غیب لغوی بھی ایہام شرک وکفر سے خالی نہیں

چونکہ یہ اطلاق (علم غیب لغوی) بھی ایہام شرک وکفر سے خالی نہیں اس لئے اس کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور کسی کتاب میں اس کا اطلاق ہو تو اسے تعبیر کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔ (دروس مناظرہ صفحہ 215 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

دیکھئے ساجد خان دیوبندی واضح طور پر علم غیب لغوی کا اطلاق تعبیر کی غلطی تصور ہوگی اور اس میں اسے ایہام شرک وکفر نظر آرہا ہے۔ بلکہ مناظرہ سوات میں ندیم دیوبندی نے اپنا جو دعویٰ پیش کیا اسی کے بعد تنبیہ میں ساجد خان دیوبندی لکھتے ہیں کہ

علم غیب لغوی کا معنی ہے کہ جو چیزیں آنکھوں سے مخفی ہیں مثلاً جنت وجہنم کے واقعات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات عذاب قبر وغیرہ جو آنکھوں سے اوجھل ہیں یہ وہ امور ہے جن کی خبر نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعہ دی گئی ہے اور پھر نبی کریم ﷺ نے ان امور کی اطلاع اپنی امت کو دی اسی پر بعض حضرات نے علم غیب کا اطلاق کر دیا لیکن ہم اس اطلاق کو درست نہیں سمجھتے کیونکہ اس سے علم غیب ذاتی کا ایہام ہوتا ہے، بہرحال اس میں ہماری بحث نہیں لیکن اگر

اس علم غیب لغوی کے اعتبار سے آپ نبی کریم ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرتے ہیں تو یقیناً پھر تو پوری امت بلکہ کفار تک کو عالم الغیب کہنا اور ان کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا چاہئے۔نعوذ باللہ (روئیداد مناظرہ سوات بر علم غیب ص 43 مرتب ساجد خان)

ساجد خان کی اپنی لکھی ہوئی عبارت غور سے پڑھیں پہلے، علم غیب لغوی کی تعریف کرتے ہیں، پھر لکھتے ہیں اسی پر بعض حضرات نے علم غیب کا اطلاق کیا ہے پھر خود اقرار کیا ہے کہ

ہمارے اکابر کی جن کتب میں علم غیب کا اطلاق مخلوق کے لئے کیا گیا ہے تو وہاں تاویل کریں گے۔(دروس مناظرہ ص 209 شعبان ۱۴۴۴ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

تو اب ساجد خان کیا تاویل کریں گے؟ حالانکہ ساجد خان خود کہتے ہیں کہ وہ اس اطلاق کو درست نہیں سمجھتے پھر خود ہی علم غیب لغوی کی تعریف کے بعد لکھتے ہیں کہ

اگر اس علم غیب لغوی کے اعتبار سے آپ نبی کریم ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرتے ہیں تو یقیناً پھر تو پوری امت بلکہ کفار تک کو عالم الغیب کہنا اور ان کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا چاہئے۔نعوذ باللہ (روئیداد مناظرہ سوات بر علم غیب ص ۴۳ مرتب ساجد خان)

تو اب جن دیوبندی اکابر نے حضور ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کی ہے اور یہ نسبت لغوی اعتبار سے بھی کی ہو تو ساجد خان دیوبندی کے نزدیک ان کے اکابر نے پوری امت بلکہ کفار کے لئے عالم الغیب اور علم غیب کا عقیدہ رکھا۔تو اس صورت میں ساجد خان کے اصول سے ان کے اکابر کافر اور مشرک قرار پائے اور جن جن دیوبندیوں نے اسی علم غیب کو علم غیب لغوی سے تعبیر کیا ہے وہ بھی کفر و شرک کے دلدل میں پھنس گئے۔جنہیں ساجد خان چاہے بھی تو نہیں نکال سکتا۔واضح ہوا کہ ساجد خان کے نزدیک حضور ﷺ کے لئے لغوی علم غیب ماننا حضور ﷺ کو عالم الغیب ماننا اور علم غیب کا عقیدہ ماننا

ہے جو ساجد خان کے نزدیک کفر اور شرک ہے، لغوی علم غیب کا انکار کرتے ہوئے کفر و شرک کے دلدل میں خود ہی چھلانگ لگا دی کیونکہ ساجد خان دیوبندی نے خود لکھا ہے کہ

ساجد دیوبندی اپنے اصول سے کافر زندیق اور ملحد

یاد رکھئے انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع الغیب، علم غیب لغوی یہ سب مترادف الفاظ ہیں یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو حاصل ہیں اور پیارے نبی کریم ﷺ کا حصہ ان میں سب سے وافر ہے جو اس کا انکار [انکاری] ہے وہ کافر، زندیق و ملحد ہے۔

(دروس مناظرہ صفحہ 208 شعبان 1444ھ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع الغیب کو علم غیب لغوی کے مترادف مان کر خود ہی اس کے انکاری پر کافر و زندیق اور ملحد کا حکم لگایا پھر خود ہی علم غیب لغوی کا انکار کر کے اپنے ہی اصول سے کافر و زندیق اور ملحد ٹھہرے۔

ہم نے ساجد خان دیوبندی کی کتاب "دروس مناظرہ" میں باب "علم غیب" پر ان کے ہی اصول سے اور ان کے اکابر کے اصول سے ایسا وار کیا ہے کہ اب اس باب کے جواب لکھنے کی مزید ضرورت باقی نہیں رہی۔پہلے ساجد خان دیوبندی خود کو کفر و زندقہ کے اس دلدل سے نکالے پھر ان کے ابحاث اور دلائل کے جواب دینے کے ہم پابند ہیں ورنہ اس مختصر مضمون کو دروس مناظرہ میں باب علم غیب کا پورا جواب قبول کر لیں۔

مسئلہ شب باشی پر وہابیہ کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

مولانا احمد رضا قادری رضوی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

"وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ" (سورۃ النساء آیۃ 69) "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي". اما بعد

امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی ایک عبارت ''شب باشی'' والی پر مخالفین حضرات خواہ مخواہ اعتراضات کرتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح علما اہل سنت نے مخالفین ومعترضین کے جاہلانہ اعتراضات کے منہ توڑ، مدلل ومسکت جوابات دیئے ہیں۔ جن کا ذکر ہم کتاب کے آخر میں کریں گے۔ ان شاء اللہ!

بندہ ناچیز خادم اہل سنت ابو حامد احمد رضا قادری رضوی عطاری غفرلہ کا یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے الحمد للہ عزوجل رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں اس کام کو شروع کیا اور چند دنوں میں یہ مضمون تیار ہو گیا۔ ھذا من فضل ربی۔

اس مضمون کی تیاری میں احادیث مبارکہ کے حوالہ جات کیلئے محترم جناب ابوالحسن شعیب خان رضوی صاحب حفظہ اللہ نے خصوصی معاونت فرمائی، باقی دیگر حضرات جو ساتھ ساتھ اس مضمون کا مطالعہ کرتے رہے اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

(آمین)

ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت

ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں یہ عبارت موجود ہے کہ

''بلکہ سیدی محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حج کرتے ہوئے، لبیک پکارتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھا''

(ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰)

قارئین کرام! سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے جیسا کہ ملفوظات کی عبارت میں واضح طور پر لکھا ہے کہ

''بلکہ سیدی محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں.....''

بات بالکل واضح ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ناقل ہیں اور خود علمائے وہابیہ کے مطابق ناقل کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ جس سے نقل کر رہا ہے اس کا حوالہ دکھا دے۔

☆.....جیسا کہ غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن بھوپالوی کے صاحبزادے علی حسن صدیقی نے لکھا کہ

''ناقل کا کام ہے کہ نقل دکھا دے''۔ (مآثر صدیقی ۴/۱۷۸)

☆.....دیوبندی امام سرفراز صفدر کے بیٹے عبد القدوس قارن لکھتے ہیں کہ

''ناقل کے ذمے صرف صحت نقل ہے'' (رشیدیہ مع الحمیدیہ: ۸۶)

(مجذوبانہ واویلا ص: ۱۹۴: مکتبہ صفدریہ)

جناب! جب آپ کا اصول یہ ہے تو لیجیے ہم علامہ زرقانی کا حوالہ پیش کر دیتے ہیں جو کہ سیدی اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔شارح صحیح بخاری علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

''نَقَلَ السُّبْکِیُ فِیْ طَبْقَاتِہٖ عَنْ ابن فَوْرَکَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ عَلٰی اَلْحَقِیْقَۃِ لَا عَلٰی اَلْمَجَازِ۔ یُصَلِّی فِیْہِ بِاَذَانٍ وَاِقَامَۃٍ۔ قَالَ اِبْنُ عَقِیْلٍ وَ یُضَاجِعُ اَزْوَاجَہٗ وَ یَتَمَتَّعُ بِھِنَّ اَکْمَلَ مِنَ الدُّنْیَا۔ وَ حَلَفَ عَلٰی ذٰلِکَ وَھُوَ ظَاھِرٌ لَا مَانِعَ عَنْہُ

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ للعلامۃ القسطلانی جلد ۸ صفحہ ۳۵۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء'')

الحمدللہ عزوجل ہم نے حوالہ پیش کر دیا۔عبدالاحد قاسمی دیوبندی نے تسلیم کیا کہ

مسلمہ اصول ہے کہ حوالہ دینے کے بعد ناقل بریٔ الذمہ ہوجاتا ہے۔(داستان فرار:۱۳۹)

لہٰذا اصول وہابیہ کے مطابق اب سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریٔ الذمہ ہوجاتے ہیں۔

نیز ناقل پر طعن کرنا بھی علمائے دیابنہ کے مطابق درست نہیں جیسا کہ دیوبندی مولوی لکھتے ہیں کہ

مگر یہ حق کس نے دیا ہے کہ ناقل کو نقل کی وجہ سے طعن کا نشانہ بنائیں اور تاڑنا شروع کر دیں

(مجذوبانہ واویلا،ص، ۵۲)

دیوبندی مولوی طاہر حسین گیاوی لکھتا ہے کہ

قاری طیب صاحب نے ان اقتباسات میں جو کچھ پیش کرنا چاہا ہے وہ ان کی اپنی بات نہیں ہے بلکہ علامہ عبدالغنی نابلسی سے انہوں نے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے، لہٰذا قاری محمد طیب صاحب کی حیثیت صرف ناقل کی ہے قائل کی نہیں لہٰذا جو فتویٰ اس پر لگایا جائے گا **وہ اصل قائل پر چسپاں ہوگا نہ کہ ناقل پر**'' (بریلویت کا شیش محل،ص ۳۱: کتب خانہ نعیمہ دیوبند)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے امام زرقانی کا قول پیش کیا ہے لہٰذا مخالفین کو چاہے کہ علامہ زرقانی پر اعتراض کریں کیونکہ **عبدالقدوس قارن دیوبندی نے ایک غیر مقلد کو جواب دیتے ہوئے لکھا**

''یہ سوال جناب اثری صاحب کو امام ابن ماجہ سے کرنا چاہیے، جنہوں نے روایت بیان کی تھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو ان کے حوالے سے روایت نقل کی ہے''

(ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا:ص192)

علمائے دیوبند کے ترجمان رسال محمد دیوبندی لکھتے ہیں کہ

''امام اہل السنۃ صرف ناقل ہیں، اور اصل عبارت امام شعرانی، علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی کی ہے، لہٰذا علامہ صاحب کا اعتراض امام اہل السنۃ پر بے جا ہے.....اب علامہ صاحب کو چاہے کہ اگر چیلنج دینے کا اتنا ہی شوق ہے تو علامہ آلوسیؒ کو بھی چیلنج میں شامل کریں، یا پھر ان کو بھی امام اہل السنۃ کے برابر سمجھ کر ایک ہی قسم کا فتویٰ ان سب حضرات پر لگایا جائے''

(امام اہل السنۃ کا عادلانہ دفاع:84: مکتبہ رحمۃ للعالمین پشاور)

اس کتاب پر مہتمم دار العلوم دیوبند ابو القاسم نعمانی، مفتی دار العلوم دیوبند حبیب الرحمن خیر آبادی، دیوبندی شیخ الحدیث منیر احمد منور کی تقریظات موجود ہیں۔

اسی طرح دیوبندی مولوی نے خود اصول لکھا ہے کہ

فتویٰ ''اصل قائل پر چسپاں ہوگا نہ ناقل پر'' (بریلویت کا شیش محل:ص ۳۱)

لہٰذا دیوبندی حضرات کے اصولوں کے مطابق سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کسی قسم کی ذمہ داری ہی نہیں، نہ ان پر کسی قسم کا اعتراض کیا جاسکتا ہے، نہ ان پر کسی قسم کا فتویٰ لگایا جاسکتا ہے۔

لفظ شب باشی کا مطلب رات گزارنا

قارئین کرام! ملفوظات کی اس عبارت میں ''شب باشی'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔شب باشی کا مطلب رات گزارنا ہے۔

☆.....اردو لغت کی مشہور کتاب فیروز اللغات میں شب باشی کا معنی لکھا ہے

شب باشی (ف۔ا۔مث) رات کا قیام۔رات رہنا۔(فیروز اللغات،ص ۸۳۶)

☆.....فرہنگ آصفیہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ

"شب باش (ف) اسم مذکر: مقیم، رات کا قیام، بسرام، شب گزاری، منزل گزینی، فروکش"

(فرہنگ آصفیہ)

☆.....اسی طرح ایک اور لغت میں ہے کہ

''شب باشی'' رات کا قیام، شب گزاری (جہانگیر اردو لغت: ص ۹۳۱)

☆.....علمی اردو لغت میں ہے

''شب باشی: رات کا قیام، شب گزاری'' (علمی اردو لغت)

☆.....محمدی اردو لغت میں ہے

''شب باشی: رات کا قیام، سب گزاری'' (محمدی اردو لغت)

☆.....فرہنگ عامرہ میں ہے

''شب باشی: (شب، باشی) رات کو رہنا'' (فرہنگ عامرہ)

☆.....خود اعتراض کرنے والوں کے اپنے فتاوی دار العلوم دیوبند میں بھی لکھا ہے کہ

''جماع وصحبت میں بھی مساوات شرط نہیں مگر البتہ **شب باشی یعنی رات کو پاس رہنے** میں دونوں کو برابر رکھے'' (فتاوی دار العلوم دیوبند مدلل وکامل کلد ہشتم: سوال ۱۵۱۱: ص ۲۹۷)

یعنی فتاویٰ دار العلوم دیوبند والے بھی مانتے ہیں کہ شب باشی کا مطلب رات کو پاس رہنا ہے، رات گزارنا ہے۔اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ عبارت کو دیکھیں، جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کی جاتی ہیں یعنی ملاقات ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ رات بسر کرتے ہیں۔

لیکن اہل سنت وجماعت کی دشمنی میں مخالفین حضرات اس حد تک گر چکے ہیں کہ اس لفظ ''شب باشی'' کو نہایت قبیح لفظ قرار دیا حتیٰ کہ یہاں تک کہہ دیا کہ یہ لفظ فاحشہ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور انبیا علیہم السلام کی شان کے سراسر خلاف ہے۔

علمائے دیوبند کے مطابق لفظ ''شب باشی'' نہایت قبیح، گستاخانہ لفظ

چنانچہ علمائے دیوبند کی مصدقہ ومعتبر کتاب ''رضا خانی مذہب'' میں لکھا ہے کہ

''احمد رضا خان نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں بڑی لغو اور بے حیائی کی بات کہہ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ شب باشی کا لفظ فاحشہ عورتوں پر بولا جاتا ہے اور یہ نہایت قبیح لفظ ہے''

(رضا خانی مذہب: ۷۲:)

''عام مسلمان بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں شب باشی کا لفظ بالکل استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ اس لفظ میں انبیاء علیہم السلام کی سراسر توہین ہے'' (رضا خانی مذہب: ۷۲)

دیوبندی شیطانی مذہب کی یہ کتاب ''رضا خانی مذہب'' پر بڑے بڑے علمائے دیوبند کی تقریظات موجود ہیں۔دیوبندی امام اشرفعلی تھانوی کے مطابق

''تقریظ کی حقیقت ہے شہادت'' (الافاضات الیومیہ، حصہ ۲ ص ۱۴۷ ملفوظ نمبر ۲۵۶)

نیز عبدالجبار سلفی دیوبندی نے لکھا کہ

"تقریظ لکھنے کے بعد اس کی صحت اور قوت وضعف کی ذمہ داری مصنف ومؤلف پر کم اور تقریظ نگار پر زیادہ ہوتی ہے" (لطمۃ الحق: ص ۹ بحوالہ المہند کا علمی محاسبہ: ۳۰۴)

اسی طرح دیوبندی نام نہاد متکلم الیاس گھمن اور ابو یوب وحماد کی مصدقہ ومؤیدہ کتاب میں دیوبندی مولوی ابوعکاشہ صاحب لکھتے ہیں کہ

''اعلیٰ حضرت بریلوی نے غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی شدید توہین کی ہے احمد رضا خان نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں بڑی لغو اور بے حیائی کی بات کہہ کر گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ شب باشی کا لفظ فاحشہ عورتوں پر بولا جاتا ہے اور یہ نہایت قبیح لفظ ہے جو اعلیٰ حضرت نے انبیاء علیہم السلام کے لیے استعمال کیا ہے،.....عام مسلمان بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں شب باشی کا لفظ بالکل استعمال نہیں کرسکتا کیونکہ اس لفظ میں انبیاء علیہم السلام کی سراسر توہین ہے'' (اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے،ص،۱۵۱،مجلس تحفظ ناموس صحابہ واھل بیت)

قارئین کرام! علمائے دیوبند کے ان حوالوں کے مطابق ''شب باشی'' کا لفظ نہایت قبیح ہے، یہ لفظ کسی معزز کے لئے استعمال کرنا اس کی گستاخی ہے۔ یہ لفظ انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کرنا سراسر ان کی توہین و گستاخی ہے، ان کی شان میں بڑی لغو بے حیائی کی بات، گستاخی کا ارتکاب کرنا ہے۔ دیوبندی شیطانی مذہب والوں نے اہل سنت و جماعت بالخصوص سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دشمنی میں یہ فتوے جاری تو کر دیئے لیکن جہلا کو یہ علم نہیں کہ اس کی زد میں خود ان کے علماو اکابرین آتے ہیں خود ان کا شیطانی مذہب ان کے اصولوں کے مطابق گستاخ قرار پاتا ہے آیئے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

دیوبندی اصول سے محمود الحسن دیوبندی گستاخ

دیوبندیوں کے مولوی محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواز واج مطہرات کے درمیان غایت درجہ عدل وانصاف فرمایا ہے اور باری کی پابندی کے ساتھ **شب باشی** کا التزام فرمایا ہے۔''

(ادلہ کاملہ،ص:۱۳۵:ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہ کتاب علمائے دیوبند کے امام حریت شیخ الہند محمود حسن دیوبندی صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار

العلوم دیوبند کی ہے اور اس کی ''تسہیل'' دیوبندی سعید احمد پالن پوری محدث دار العلوم دیوبند کی ہے نیز اس کی ''ترتیب'' دیوبندی محمد امین پالن پوری استاذ دار العلوم دیوبند کی ہے۔

ان دیوبندی علما و اکابرین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسا لفظ (شب باشی) استعمال کیا جو خود ان کے مذہب وہابیہ دیابنہ کے مطابق نہایت قبیح لفظ ہے، بلکہ ایسا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال کیا جو بقول دیوبندی علما کے ''فاحشہ عورتوں پر بولا جاتا ہے'' اور ''**اس لفظ [شب باشی] میں انبیاء علیہم السلام کی سراسر توہین ہے**'' **(اپنے عقائد کا جائزہ لیجیے:ص ۱۵۱، رضا خانی مذہب:۷۲) لہٰذا یہ لفظ دیوبندی محمود الحسن نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال کر کے دیوبندیوں کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سراسر توہین کی ہے** تو اپنے دیوبندی اصولوں کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں سراسر توہین اور گستاخی کے مرتکب ٹھہرے۔ لہٰذا جب یہ سارے دیوبندی گستاخ ٹھہرے تو اب گستاخ کے بارے میں خود علمائے دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے۔

دیوبندیوں کے مستند و معتبر عالم سعید احمد جلالپوری کی مصدقہ کتاب میں مولوی مطیع الحق صاحب لکھتے ہیں کہ

''یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ اور بے ادب بالقطع الیقین کافر، اکفر، بے ایمان، دجال، مردود ،ملعون، ملحد، جہنمی، ضال مضل، اخبث الخلائق، بدتر از شیطان ہے، اس زبان وقلم پر ہزار لعنت جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کا ایک لفظ بھی آئے، خدا اس دل پر کروڑوں غضب اور بے شمار لعنت کرے جس دل میں حضور سید عالم فخر بنی آدم، سید الکائنات صفوۃ الموجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کا خیال تک بھی گزرے، ایسا مردود خنزیر اور مخلوق کی ہر ناپاک اور نجس سے نجس چیز سے زیادہ مردود ہے، اور ایسا کم نصیب خدا کے ہر مغضوب اور ملعون سے زیادہ

ملعون ہے، معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ وہ حبیب جس کی صفت خدا فرمائے جس کی تعریف زمین وآسمان میں ہو اس کے گستاخ سے زیادہ لعنتی کون ہوسکتا ہے.....؟ واقعی ہر ایک مسلمان کا یہ ایمان ہے اور جو اس میں شک بھی لائے وہ بھی پکا بے ایمان ہے''

(اہل سنت اور اہل بدعت میں ایک عجیب مکالمہ، ص، ۱۲، ادارہ دعوت اسلام)

اور مولوی الیاس گھمن دیوبند کے مطابق ''حضور ﷺ کی شان اقدس میں ادنی سے ادنی درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت وگستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے''

(فرقہ بریلویت، پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، ص، ۲۱۱، مکتبہ اہل سنت والجماعت)

لہٰذا علمائے دیوبند اپنے ہی اصولوں سے گستاخ رسول ﷺ ثابت ہوگئے، اور جو ان کو گستاخ نہ مانے اور ان کی گستاخی وکفر میں شک کرے خود دیوبندی اصولوں سے وہ بھی کافر وگستاخ ٹھہرا۔

دیوبندی اصول سے یوسف لدھیانوی دیوبندی گستاخ

علمائے دیوبند کے نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت محمد یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''آنحضرت ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت آپ ﷺ کی یہاں نو بیویاں تھیں۔ ان میں آٹھ کے یہاں باری باری **شب باشی** فرماتے تھے (حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے رکھی تھی اس لئے ان کے لئے **شب باشی** نہیں فرماتے تھے)۔''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: خاتم الانبیاء ﷺ کی شادیوں پر شبہات کی وضاحت: جلد ۹ ص ۲۷۵)

نوٹ: بریکٹ کے اندر والی عبارت بھی یوسف لدھیانوی کی ہے۔

مذہب وہابیہ دیابنہ کے مطابق یوسف لدھیانوی دیوبندی نے نبی کریم ﷺ کیلئے دو مرتبہ ایسا لفظ (شب باشی) استعمال کیا جو علمائے دیوبند کے نزدیک نہایت قبیح اور فاحشہ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا

ہے اور ''اس لفظ [شب باشی] میں انبیاء علیہم السلام کی سراسر توہین ہے'' (اپنے عقائد کا جائزہ لیجیے: ص ۱۵۱، رضاخانی مذہب: ۷۲)

لہٰذا جب یوسف لدھیانوی اپنے دیوبندیوں کے فتوؤں سے رسول اللہ ﷺ کا گستاخ ہے تو دیوبندی مولوی کے مطابق ''حضور ﷺ کا گستاخ اور بے ادب بالقطع الیقین کافر، اکفر، بے ایمان، دجال، مردود، ملعون، ملحد، جہنمی، ضال مضل، اخبث الخلائق، بدتر از شیطان ہے،'' (اہل سنت اور اہل بدعت میں ایک عجیب مکالمہ، ص، ۱۲، ادارہ دعوت اسلام) اور گھمن دیوبندی کے مطابق ''حضور ﷺ کی شان اقدس میں ادنی سے ادنی درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت و گستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے'' (فرقہ بریلویت، پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، ص، ۲۱۱)

دیوبندی اصول سے عبدالرحیم دیوبندی گستاخ

دیوبندی عبدالرحیم صاحب نے صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین کے بارے میں لکھا کہ وہ

''آنحضرت ﷺ کی معیت میں اکثر مسجد میں شب باشی کرتے''

(فتاوی رحیمیہ جلد چہارم: ص ۸۱)

یہاں بھی نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ وہ مسجد میں ''شب باشی'' کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے ''شب باشی'' کا لفظ استعمال کر کے دیوبندی شیطانی مذہب کے مطابق نہایت قبیح لفظ جو بقول دیوبندیوں کے ''فاحشہ عورتوں پر بولا جاتا ہے'' یہ لفظ حضور ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے استعمال کر کے اپنے دیوبندی اصولوں کے مطابق دیوبندیوں نے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں سراسر توہین اور گستاخی کا ارتکاب کیا لہٰذا یہ دیوبندی بھی اپنے اصولوں سے گستاخ رسول ﷺ اور گستاخِ صحابہ قرار پائے۔

مولوی الیاس گھمن دیوبندی لکھتے ہیں

''حضور ﷺ کی شان اقدس میں ادنی سے ادنی درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت وگستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے''

(فرقہ بریلویت، پاک وہند کا تحقیقی جائزہ،ص،۲۱۱،مکتبہ اہل سنت والجماعت)

مولوی انور شاہ کاشمیری دیوبندی لکھتے ہیں کہ

''انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا قطعا کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر کا بھائی دوسرا کافر ہے (یعنی وہ بھی کافر ہے)'' (ترجمہ،اکفار الملحدین،ص،۳۶۰،مکتبہ لدھیانوی)

دیوبندیوں کے نام نہاد امام اہلسنت سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں

''علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سب وشتم کرنے والا اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے''

(عبارات اکابر،ص، ۳۲،مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

علمائے دیوبند کے ان حوالوں کے مطابق دیوبندی عبدالرحیم صاحب نہایت قبیح، فاحشہ عورتوں والا لفظ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے استعمال کر کے کافر ٹھہرے اور جو جو علمائے دیوبند ان کے کفر میں شک کرے وہ سب دیوبندی بھی کافر قرار پائے۔

﴿علمائے دیوبند کے اصول سے اشرفعلی دیوبندی گستاخ﴾

اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

''تم میں مجھ سا کون آدمی ہے ابیت عند ربی هو یطعمنی ویسقینی۔یعنی میں اپنے پروردگار کے پاس **شب باش** ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے'' (احکام اسلام عقل کی نظر میں:ص150)

علمائے دیابنہ کے مطابق اشرفعلی تھانوی نے ایسا لفظ رسول اللہ ﷺ کے لئے استعمال کیا جو دیوبندی مذہب کے مطابق نہایت قبیحہ اور فاحشہ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جس لفظ کو علمائے دیوبند نہایت قبیح اور فاحشہ عورتوں کے لئے استعمال ہونے والا کہہ رہے تھے وہی لفظ نبی پاک ﷺ کے لئے خود ان کے اپنے امام اشرفعلی تھانوی استعمال کر کے اپنے ہی علما کے فتووں سے گستاخ قرار پائے۔

اور مولوی الیاس گھمن دیوبندی کے مطابق ''حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں ادنی سے ادنی درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت وگستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے'' (فرقہ بریلویت، پاک وہند کا تحقیقی جائزہ،ص،۲۱۱،مکتبہ اہل سنت والجماعت)

دیوبندی امام سرفراز گکھڑوی کے مطابق ''علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سب وشتم کرنے والا اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے'' (عبارات اکابر،ص، ۳۲،مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

لہٰذا اب جو بھی تھانوی کے کفر میں شک کرے یا اس کو کافر نہ کہہ وہ خود کافر ہے۔

علمائے دیوبند کے مطابق جب شب باشی کا مطلب صرف ہم بستری کرنا ہی ہے تو علمائے دیوبند کی تحریرات کے مطابق مذکورہ حدیث کو دیکھا جائے تو عبارت یوں بنے گی کہ

''میں (نبی ﷺ) اپنے پروردگار کے پاس **شب باش (ہم بستری کرتا)** ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے'' **لاحول ولاقوۃ الاباللہ!**

گویا دیوبندی مذہب کے مطابق نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر ہمبستری کیا کرتے۔ **لاحول ولاقوۃ الاباللہ!** یہ ہے علمائے وہابیہ کے گندے اصولوں اور سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بغض وعناد کا نتیجہ کہ نکلے تھے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو گستاخ ثابت کرنے [معاذ اللہ] لیکن اپنے

ہاتھوں خود ان کے علما و اکابرین گستاخ ثابت ہو گئے۔

علمائے دیوبند کی مسجد نبوی کی بے حرمتی

دیوبندی مفتی زرولی خان نے ملفوظات کی یہی عبارت پیش کر کے شب باشی سے مراد جماع لیا چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''بریلوی مذہب میں نماز کی بجائے جماع کرتے ہیں'' (تعارف بریلویت: ص ۴۱) یہ اہل سنت و جماعت پر زرولی دیوبندی کا بہتان عظیم ہے۔ جس کا جواب ہم آخر میں دیں گے۔ خیر دیگر علمائے وہابیہ دیابنہ نے بھی اس عبارت کو پیش کر کے شب باشی کا مطلب صرف اور صرف ہمبستری [جماع] لیا ہے۔

علمائے دیوبند کی کتاب ''ملفوظات کشمیری'' میں انور شاہ کشمیری دیوبندی کے بارے میں لکھا ہے کہ

''مدینہ منورہ میں روضہ مبارک کے پاس مسجد نبوی میں آپ (انور شاہ کشمیری دیوبندی) نے درس حدیث دیا ہے۔ اہل مدینہ خصوصا علماء بہت متوجہ ہوئے اکثر مسائل کا جواب آپ نے ان کو رسالوں کی شکل میں دیا۔ جو علمائے دیوبند ان دنوں وہاں رہتے تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ **شب باشی** آپ (انور شاہ کشمیری دیوبندی) کی مسجد نبوی میں ہو۔

(ملفوظات محدث کشمیری: ص ۲۴۴، تالیفات اشرفیہ)

علمائے دیوبند کے مطابق دیوبندی علما نے انور شاہ کشمیری کے لئے کوشش کی کہ ان کی شب باشی (بقول دیوبندی) یعنی ہمبستری مسجد نبوی میں ہو۔ جب علمائے دیوبند کے مطابق شب باشی کا مطلب ہمبستری کرنا ہی ہے تو کیا یہ گستاخی نہیں ہے کہ مسجد اور وہ بھی مسجد نبوی کے اندر علمائے دیوبند اپنے مولوی کو ہمبستری کروا رہے ہیں۔ کیا یہ نبی پاک ﷺ کی مسجد کی توہین نہیں بلکہ وہ مقام جہاں ایک مسلمان جا کر اونچی آواز بھی نہیں نکال سکتا اس مقام پر دیوبندی مولوی جا کر ہمبستری کر رہے ہیں۔ اب علمائے

دیوبند کو چاہیے کہ ان سب دیوبندی علما کو گستاخ قرار دیں۔

دیوبندیوں کے گھروں میں مسافروں کی ہم بستری [جماع]

علمائے دیوبند کے مولوی زکریا کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ

''جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو **شب باشی** کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں''

(فضائل اعمال: فضائل رمضان، فصل اول: ۶۴۲ دارالاشاعت دہلی)

قارئین کرام! حضور ﷺ کی حدیث کے ترجمے میں ایسا لفظ استعمال کرنا جو (کہ خود علمائے دیوبند کے نزدیک نہایت غلیظ اور فاحشہ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے) کیا یہ حدیث شریف کی توہین نہیں؟ نیز جب شب باشی کا مطلب وہابیہ کے نزدیک ہمبستری ہی ہے تو دیابنہ کے مطابق حدیث کا مطلب یہ بنے گا کہ ''جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو **شب باشی یعنی ہم بستری** کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں''

تو اب سوال یہ ہے کہ کیا علمائے وہابیہ نے آج دن تک اس حدیث پر عمل کیا؟ اور اپنے گھروں میں مسافروں کے لئے ہمبستری کی جگہ بنا رکھی ہے؟ ممکن ہے کہ تبلیغی جماعت والے دیوبندیوں کے گھروں میں ہمبستری کرنے کے لئے جاتے ہوں لیکن اس پر مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت والے تو اپنی عورتوں کے ساتھ تبلیغ پر نہیں جاتے تو پھر دیوبندیوں کے گھر میں جا کر ہمبستری کیسے کرتے ہیں؟ کہیں وہ بھی تو قاسم نانوتوی کی طرح بند کمرے میں تنہا عجیب و غریب ہمبستری تو نہیں کرتے؟ حدیث کے مطابق تو مسافر کو رات گزارنے کی جگہ دینا ہے لیکن دیوبندی تشریحات کے مطابق رات گزارنے کے بجائے جماع (ہم بستری) کے لئے جگہ فراہم کرنا ہے۔ **لاحول و لاقوۃ الا باللہ!!**

وہ وہابی لوگ جو اس لفظ شب باشی کو غلط رنگ دیکر لوگوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کی مذموم سعی میں لگے رہتے ہیں ان کو اپنے اصول کے مطابق پہلے اپنے گھروں کی خبر لینی چاہیے۔

دیوبندی امام نانوتوی کی بغیر بیوی کے تنہا بند کمرے میں ہمبستری

دارالعلوم دیوبند کے دونمبری بانی قاسم نانوتوی صاحب کے بارے میں علمائے دیوبند نے لکھا ہے کہ

(قاسم نانوتوی صاحب) صبح کو کواڑ اتار کر باہر جاتے تھے اور پھر کواڑ کو درست کر دیتے تھے۔

اس مقفل مکان میں تنہا **شب باشی**، وشب گزاری کی یہ عجیب وغریب صورت حال کب تک پیش آتی رہی، صحیح طور پر تو اس کا بتانا دشوار ہے، لیکن مصنف امام نے آگے جو یہ ارقام فرمایا ہے چند ماہ اسی ہُو کے مکان میں گزر گئے۔ (سوانح قاسمی، جلد اول ص ۳۰۵)

مقفل مکان (بند کمرے) میں دیوبندی امام قاسم نانوتوی کی تنہا (اکیلے) شب باشی (بقول دیابنہ) یعنی ہم بستری کی واقعی عجیب وغریب صورت حال ہے کہ بغیر بیوی کے ہمبستری کر رہے ہیں۔ اب اس کی تشریح تو علمائے دیوبند کے ذمہ ہے کہ وہ اپنی عوام کو اصل صورت حال سے آگاہ کریں کہ قاسم نانوتوی بغیر بیوی کے اکیلے بند کمرے میں کئی ماہ کس طرح ہم بستری کرتا رہا؟ کہیں گنگوہی تو ساتھ نہیں تھا یہ بھی تحقیق کر لیں۔ یا پھر تسلیم کریں کہ شب باشی کا مطلب رات بسر کرنا ہے اور یہ لفظ قبیح بھی نہیں۔

قارئین کرام! یہاں مزید عرض ہے کہ دیوبندی اصول کے مطابق علمائے دیوبند نے قاسم نانوتوی کے لئے وہ لفظ (شب باشی) استعمال کیا جو نہایت قبیح لفظ ہے اور ایسا لفظ استعمال کیا جو فاحشہ عورتوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ علمائے دیوبند اپنے امام نانوتوی کے لئے بھی یہ قبیح وفاحشہ عورتوں والے لفظ کے استعمال کو درست سمجھتے ہوں، اور فاحشہ عورتوں اور نانوتوی میں کچھ فرق نہ سمجھتے ہوں کیونکہ قاسم نانوتوی بھی رشید احمد گنگوہی کے ساتھ دیوبند کی خانقاہ میں ایک ہی چارپائی پر لیٹ کر فاحشہ عورتوں والی حرکت کر چکا جیسا کہ علمائے دیوبند کی کتاب ''ارواح ثلاثہ'' میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب ان

صاحبان کی حرکتیں بھی فاحشہ عورتوں کی طرح تھیں تو یقیناً مذہب دیابنہ کے مطابق اس لفظ کے حقدار ٹھہرے۔

شب باشی کا مطلب ہمبستری لینے والے دیوبندی گستاخ

بعض دیوبندی حضرات اسی بات پر بضد ہیں کہ شب باشی کا مطلب ہم بستری کرنا ہے تو ایسے دیوبندی علما کے مطابق علمائے دیوبندی کی درج ذیل عبارت

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اکثر مسجد میں **شب باشی** کرتے''

(فتاوی رحیمیہ جلد چہارم: ص ۸۱)

اس کا مطلب یہ بنے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت [ہمراہی، ساتھ] میں اکثر مسجد میں شب باشی یعنی ہم بستری کرتے تھے۔ معاذ اللہ! لہٰذا اگر شب باشی کا مطلب صرف اور صرف ہمبستری ہی لیا جائے تو ایسی صورت میں علمائے دیوبند کی مذکورہ عبارت انتہا درجے کی گستاخانہ بنے گی۔ جس کا تصور ایک عام انسان بھی نہیں کر سکتا۔ یہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ دیوبندی نکلے تھے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے لیکن خود اپنے ہی جال میں پھنس کر اپنے فتوؤں سے گستاخ بن گئے۔

غیر مقلدین اہلحدیث حضرات اپنے اصول سے

بعض غیر مقلدین حضرات بھی شب باشی کا مطلب صرف ہمبستری کرنا ہی لیتے ہیں۔ تو ان کے لئے بھی عرض ہے کہ جناب آپ کے اپنے علما آپ کے اصول سے بے ادب قرار پاتے ہیں۔ آپ کی تفسیر سعیدی میں لکھا ہے کہ

''فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ'' پس جو شخص نہ پائے یعنی جس کے پاس قربانی یا اس کی قیمت موجود نہ ہو

''فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ'' تو تین روزے رکھنے ہیں حج کے دنوں میں ان روزوں کا پہلا

جواز تو یہ ہے کہ انہیں عمرہ کے احرام کے ساتھ ہی رکھا جائے اور ان کا آخری وقت یوم النحر کے بعد کے تین دن ہیں، رمی جمار اور منیٰ میں **شب باشی** کے ایام''

(تفسیر سعدی: پارہ:2 البقرۃ آیت 196: ص243 دارالسلام)

جو وہابی حضرات بضد ہیں کہ شب باشی کا مطلب صرف ہمبستری کرنا ہی ہے تو ان کے مطابق ان کے وہابی علما نے حج جیسی مقدس عبادت کو بھی نہیں چھوڑا اور حاجیوں کو ہمبستری پر لگا دیا۔ ان وہابیہ کے مطابق ''منیٰ میں شب باشی یعنی بقول وہابیہ ہمبستری کے ایام'' بھی ہیں۔ اب یہ تو وہابی ہی بتائیں کہ منیٰ میں ہمبستری کے ایام کون سی آیت یا حدیث سے ثابت ہیں؟ اور یہ کل کتنے ایام ہیں؟

غیر مقلد قاضی اسلم سیف فیروز پوری کی ایک تحریر جس میں اس نے پاکستان میں عرب شیوخ کی تشریف آوری کا ذکر کیا کہ

''عرب شیوخ کی شب باشی کا انتظام.....ملتان روڈ پر کیا گیا تھا'

(ہفت روزہ الاسلام لاہور، ربیع الاول ھ)

اب کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ وہابی علما نے عرب شیوخ کی ہمبستری کے لئے ملتان روڈ پر انتظام کیا تھا۔

علمائے دیوبند اور غیر مقلدین کی کئی عبارات وتحریرات پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

غیر مقلدین اہلحدیث حضرات کے رد پر محترم ڈاکٹر قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب ''علمی وتحقیقی مقالات'' جلد اول: ص410 تا461 کا بھی لازمی مطالعہ کیجیے۔

کیا بعد الوصال جنتی بیویاں دی جاتی ہیں؟

''بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں'' (ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰)

سب سے پہلا اعتراض اس عبارت پر یہ کیا جاتا ہے کہ قبور میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے ازواجِ مطہرات کا کوئی ثبوت نہیں، اسلام میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں، یہ اہل سنت و جماعت نے قصہ کہانیاں بنا رکھی ہیں۔

قارئین کرام! یہ اعتراض مخالفین کی کم علمی و جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ قرآن واحادیث بلکہ خود مخالفین کی کتب سے ثابت ہے کہ بعد الوصال اہل نجات کے لئے جہاں جنت کی دیگر نعمتیں ہیں وہیں جنتی ازواج بھی انہیں دی جاتی ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا تو بہت مقام ہے ازواج تو نیک مومنین اور شہداء تک کو دی جاتی ہیں۔ اس پر چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

نیک مومنین کے لئے جنت کے باغوں میں بیویاں

اللہ تبارک وتعالیٰ صالحین اور اہل جنت کے حق میں ارشاد فرماتا ہے کہ

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' (پارہ:۵ النساء:57)

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے لئے وہاں ستھری بیبیاں ہیں۔

''وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ'' (پارہ1 البقرۃ: آیت25)

اور ان کے لئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن پاک کی ان آیات سے معلوم ہوا جنت کے باغوں میں ستھری بیبیاں ہوں گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نیک لوگوں کی قبریں بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

نیک مومنین کی قبریں جنت کے باغ

غیر مقلدین اہلحدیث سعودی ودیوبندی وہابی مذہب کے امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب میں یہ روایت درج کرتے ہیں کہ

''ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے مرفوعا حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ **قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوتا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ**''

(قبروں کے حالات ص ۲۸: احکام تمنی الموت: امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی)

علمائے دیوبند نے بھی یہ حدیث لکھی ہے کہ

''**انما القبر روضہ من ریاض الجنۃ او حفرہ من حفر النار۔ الحدیث**

(خوشبو والاعقیدہ: ص ۹۳: ادارہ محمدیہ لاہور)

دیوبندی مولوی صاحب خود لکھتے ہیں کہ

حضور ﷺ کے ہر فرمان پر اٰمنا و صدقنا کہنا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے جو فرمادیا ''انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ'' الحدیث۔ کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے'' (خوشبو والاعقیدہ: ص ۱۰۳: ادارہ محمدیہ لاہور)

علمائے دیوبند کی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ

''آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ'' (الحدیث) انما ''حصر'' کے لئے ہے تاکید کے لئے ہے کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو! کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے..... یہ قبر مومن کے لئے جنت کا باغوں میں سے ایک باغ نظر آئے گی اور اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کے باغ سے پردہ بھی اٹھادیتے ہیں''

(خوشبو والاعقیدہ: ص ۱۳۰: ادارہ محمدیہ لاہور)

تھانوی کے مطابق باغ کے اندر کیا کچھ ہوتا ہے؟

جب حدیث کے مطابق اہل نجات کے لئے قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، تو لفظ باغ کے بارے میں خود علمائے دیوبند کے اشرفعلی تھانوی صاحب (سورۃ ھود: آیت ۱۰۸، **وامام الذین سعدو افقی الجنۃ خلدین فیھا** کے تحت اپنے خطاب میں بیان) کرتے ہیں کہ

''جو لوگ سعید ہیں وہ جنت میں ہیں۔ لغت میں جنت باغ کو کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا پاکیزہ کلام ہے کہ ایک لفظ (باغ) میں تمام تفصیل بتلادی جس کا بیان عنقریب آتا ہے''

(خطبات حکیم الامت جدید ایڈیشن: دنیا و آخرت: ص ۴۳۳ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

پھر آگے تھانوی صاحب لکھتے ہیں

''مگر اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا بلیغ ہے کہ مقابلہ میں بھی ایک ہی لفظ ارشاد فرمایا ہے مگر وہ ایک لفظ ایسا ہے کہ عادۃً ذہن اس کی تفصیل کی طرف خود بخود منتقل ہوجاتا ہے کیونکہ **باغ میں پھل بھی ہوتے ہیں، سایہ بھی ہوتا ہے، درخت اور پھول بھی ہوتے ہیں، فرحت بخش ہوا بھی ہوتی ہے، پانی بھی افراط کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور مقدمہ ملالو کہ وہ باغ خدائی باغ ہے** تو اس سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ معمولی باغ نہیں ہے دنیا میں بھی سلاطین وامراء کے باغ ہیں ان میں تمام سامان راحت مہیا ہوتا ہے اور عجیب وغریب چیزیں ہوتی ہیں، کسی بادشاہ کے باغ میں محلات وغیرہ کے علاوہ عجائب خانہ بھی ہوتا ہے کسی کے باغ میں سیر گائیں بے نظیر ہوتی ہیں **تو اب سمجھ لو کہ خدا کا باغ کیسا ہوگا خصوصا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف رغبت بھی دلائی ہے تو یقینا معمولی باغ نہیں بلکہ اس میں عجیب وغریب سامان ہوں گے۔** حاصل یہ ہوا کہ سعداء (نیک لوگوں: از رضوی) کو ایسا مت سمجھو کہ وہ مرنے کے بعد گئے گزرے ہوگے بلکہ وہ ہر

قسم کی راحت میں ہوں گے۔ یہ خیال صرف کفار و منافقین کا تھا کہ مرنے کے بعد گئے گزرے ہوئے''

(خطبات حکیم الامت جدید ایڈیشن: دنیا و آخرت: ص ۴۳۳، ۴۳۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اسی لئے ہم بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق جو لوگ سعید ہیں ان کی قبر جنت کا باغ ہے اور یہ جنت کا باغ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے انعام ہے تو اس خدائی باغ میں کیا کچھ نہیں ہوگا۔ نیز تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں

''جن کو تھوڑی سی واقفیت ہے وہ روح کو قبر میں مقید تو نہیں سمجھتے مگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ **عالم آخرت ایسا ہے جیسا افریقہ کا میدان کہ بالکل ہوکا مکان ہے۔** ان کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ وہاں پر یہاں سے اچھے میوے ہیں، بڑے خوشنما اور خوبصورت باغ ہیں اور بڑے عمدہ مکانات ہیں، ہر طرح کا سامان راحت ہے''

(خطبات حکیم الامت جدید ایڈیشن: دنیا و آخرت: ص ۴۳۲ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لہٰذا اب علمائے دیوبند کا خدائی باغ کو افریقہ کے میدان کہ بالکل ہوکا مکان سمجھنا بالکل غلط بلکہ دیوبندی مذہب کے امام کے بھی خلاف ہے۔ نیز مرحومین کے بارے میں یہ سمجھنا کہ بس گزر گئے اب ان کے لئے کچھ نہیں تھانوی کے مطابق ایسا خیال کفار و منافقین کا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں۔

دیوبندی حوالہ قبر والوں کی ملاقاتیں، سیر و تفریح

انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی کی تحقیقات جمع کرتے ہوئے ان کے داماد لکھتے ہیں۔

''منکرین توسل وطلب شفاعت جو مقبورین کو معطل ومحبوس یا ان کی حیات کو بے حیثیت سمجھتے ہیں، ان کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد لائق مطالعہ ہے، آپ نے فرمایا

کہ مقبور صالح کی قبر کو تنگ قید کی طرح نہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ اس کیلئے وہاں فرش ولباس اور رزق سب اسباب راحت میسر ہوتے ہیں، وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر سیر بھی کرتا ہے اور اپنے پیشتر والے عزیزوں سے ملاقاتیں بھی کرتا ہے۔ اور وہ اس کو کبھی بطور ضیافت اور کبھی تفریح ومونست وتہنیت وغیرہ کیلئے اپنے مکانوں پر بھی لے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر روز وہاں اس کی دل بستگی کا سامان مہیا کرتے ہیں تاکہ اس دار فانی کی یاد اس کے دل سے بھلا دیں''

(انوار الباری: ج ۱۸، ص ۲۵۰:)

اسی طرح ایک اور مقام پر اسی انوار الباری میں دیوبندی مولوی لکھتے ہیں کہ

''پھر اہل نجات کیلئے وہاں چار قسم کے مکانات ہوتے ہیں۔ ایک تو اپنے رہنے اور شب باشی کا خاص مکان دوسرا اپنے وابستگان وعقیدت مندوں سے ملاقات کا درباری دیوان، تیسرے سیر وتماشا وتفریح کے مقامات جیسے آب زمزم مساجد متبرکہ اور دوسری دنیا و عالم برزخ کی نزہت گاہیں۔ چوتھے دوستوں اور ہمسایوں سے ملاقات کرنے کے دیوان خانے اور لان وغیرہ۔ اور جب تک کسی کیلئے اس کی بود وباش کا مکان مہیا نہیں کرا دیا جاتا، اس کو دنیا سے نہیں لے جاتے، یعنی یہ سب مکانات اس کی آخری عمر میں تیار کرائے جاتے ہیں، اس پوری تفصیل کے بعد یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ یہ سب مکانات اس تنگ قبر کے اندر ہیں۔ بلکہ یہ تو ان مکانات کیلئے داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ جبکہ بعض ان مکانوں میں سے آسمان وزمین کی درمیانی فضا میں ہیں، بعض آسمان دوم وسوم میں ہیں، اور شہیدوں کیلئے عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے بڑے پرنور قندیلوں میں ہیں''۔ (انوار الباری، ج ۱۸: ص ۲۵۰)

انہی بجنوری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہاں قوم کے بزرگ یہاں سے گئے ہوئے کنواروں کے

رشتے بھی کرواتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں:

''لوگ وہاں عالم برزخ میں ذکر وتلاوت، نماز وزیارت مکانات متبرکہ میں مشغول رہتے ہیں ،اورقوم کے بزرگ یہاں سے گئے ہوئے کنوارے بچوں کی نسبتیں اور رشتے طے کرتے ہیں تا کہ یوم آخرت میں ان کی شادیاں کی جائیں وہاں (عالم برزخ میں) بجز لذت جماعت کے ساری لذتیں موجود ہیں اور سوائے روزہ کے سب قسم کی عبادتیں ہیں، وہ لوگ اوقات متبرکہ کی مانند شب قدر شب جمعہ میں آکر اپنے دنیائے خاص عزیزوں کے ساتھ وقت بھی گزارتے ہیں ۔اور ان کو زندہ عزیزوں کے احوال بھی فرشتوں کے ذریعہ معلوم ہوتے رہتے ہیں؛ وغیرہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۰

(انوار الباری، ج ۱۸ ص ۲۵۰: بحوالہ ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ: ص 86)

ممکن ہے کوئی غیر مقلد ہو یا مرزا جہلمی کا چیلہ ہو اور وہ کہہ دے کہ ہم تو ان کو نہیں مانتے تو ان کے لئے عرض ہے کہ جناب اس حدیث ''روضة من ریاض الجنة'' جنت کے باغوں میں سے ایک باغ'' کی تفصیل آپ خود بیان کر دیں نیز اپنے اصول کے مطابق قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پیش کر دیں جس میں یہ ہو کہ مومن کی قبر جنت کا باغ تو ہے لیکن اس باغ میں ہے کچھ بھی نہیں، لیکن اپنے اصول کے مطابق کسی کا قول یا اپنی ذاتی رائے بیان نہ کرنا۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ مومن کی قبر جنت کا باغ ہے اور احادیث میں ان باغات میں بے شمار انعامات، اعزازات اور اکرامات ہیں اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

بعد الوصال جنت کے انعام واکرام

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت موجود ہے کہ جب میت تینوں سوالوں کے جوابات درست دیتی ہے تو

''فیوسع علیه قبره ما شاء الله ویفتح له باب الی الجنة ویدخل علیه من روحها و ریحها

حتی یبعث''

پھر اس کی قبر کو جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کشادہ فرما دیتا ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس پر جنت کی خوشبو اور ہوا داخل کی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ دوبارہ اٹھایا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ مترجم جلد ۳، کتاب الجنائز: حدیث: ۱۲۱۷۳: ص ۷۶۳ مکتبہ رحمانیہ)

یہی حدیث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی کہ جب میت تینوں سوالوں کے درست جواب دے دیتی ہے تو

''فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی، فافرشوا له الجنة، والبسوه من الجنة، و افتحوا له بابا الی الجنة، فیاتیه من ریها و طیبها و یفسح له فه قبره مد بصره، ویاتیه رجل حسن الثیاب طیب الرائحة فیقول له: ابشر بالذی یسرک هذا یومک الذی کنت توعده... الخ''

<u>''منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے، میرے بندے نے سچ کہا، اس کا ٹھکانا جنت بنادو، جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے، اس کی قبر حد نگاہ کشادہ کر دی جاتی ہے</u>۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا: اور اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت، خوشبو بھی عمدہ، وہ آکر کہتا ہے'' تجھے خوش کن خبر کی بشارت دیتا ہوں (اس کی رضا مندی کی خوش خبر اور ایسے باغات کی خوش خبری، جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی) اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا''

(بشری الکیب بلقاء الحبیب: ذکر ما یلقاه المئو من عند قبض روحه من الکرامة: حدیث 1 ص 24، 25: مکتبة القرآن، القاهرة'')

امام سیوطی کی اس کتاب کی تحقیق وتعلیق کسی مجدی السید ابراھیم صاحب نے کی ہے، وہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''ھذا جزء من حدیث البراء الطویل۔وقد رواہ الامام احمد فی المسند ۴/۲۸۷، وابوداود فی سننہ ۲/۵۴۰، والحاکم فی المستدرک ۱/۳۷ وقال صحیح علی شرط الشیخین۔واقرہ الذھبی والالبانی انظر احکام الجنائز للالبانی: ۱۵۹

(بشری الکیب بلقاء الحبیب:: حدیث 1 ص 24، 25: حاشیہ مکتبۃ القرآن، القاھرۃ)

غیر مقلدین اہلحدیث کے امام ابن قیم نے بھی یہی حدیث لکھی

''کتاب الروح: المسالۃ السادسۃ: وھی ان الروح ھل تعاد الی المیت فی قبر وقت السئوال املا؟: ص ۵۹، ۵۸ عربی: دار الکیتب العلمۃ، کتاب الروح اردو، چھٹا حصہ: کیا قبر میں سوال کے وقت مردے کی روح لوٹائی جاتی ہے: ص 77 عبدالمجید صدیقی'' میں لکھی ہے

اسی طرح غیر مقلدین اہلحدیث کے محدث و امام ناصر الدین الالبانی کی کتاب ''احکام الجنائز'' کا اردو ترجمہ ''مختصر احکام الجنائز'' ابوعبدالرحمن شبیر احمد نورانی نے کیا اور نظر ثانی وتقدیم ان کے استاد التفسیر و الحدیث محمد بدیع الدین الراشدی نے کی اس کتاب میں ایک طویل حدیث موجود ہے جس میں یہ ہے کہ جب میت قبر میں فرشتوں کے تینوں سوالات کے جوابات درست دے دیتی ہے تو

''منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے، میرے بندے نے سچ کہا، اس کا ٹھکانا جنت بنادو، جنت کا لباس پہنادو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے، اس کی قبر حد نگاہ کشادہ کردی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے مزید

فرمایا: اور اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت، خوشبو بھی عمدہ، وہ آکر کہتا ہے'' تجھے خوش کن خبر کی بشارت دیتا ہوں (اس کی رضامندی کی خوش خبری اور ایسے باغات کی خوش خبری، جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی) اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا.....

پھر اس کے لئے ایک جنت کا اور ایک دوزخ کا دروزہ کھول دیا جاتا ہے اور بتادیا جاتا ہے کہ اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے تو تمہارا یہ مقام ہوتا (دوزخ والا) **<u>اس کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ مقام (جنت والا) دے دیا ہے۔</u>** جب جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے، اے رب قیامت جلدی بپا کردے تاکہ میں اپنے اہل و مال تک پہنچ سکوں۔ اسے جواب ملتا ہے ''ابھی آرام کرو''.....الخ۔ **مستدرک علی الصحیحین للامام الحاکم ج ۱ ص ۳۷۔۴۰/ مسند الامام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۸۸۔۲۹۵۔۲۹۶** سند بالکل صحیح ہے۔ سنن ابی داود، النسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث نے بعض حدیث روایت کئی ہیں۔

(مختصر احکام الجنائز: ص 122 تا 125)

قارئین کرام! خود علمائے وہابیہ نے اس حدیث کی سند کو بالکل صحیح کہا۔ اسی طرح غیر مقلدین کے ہی شیخ خالد بن عبدالرحمن الشایع کی کتاب کا اردو ترجمہ محمد عرفان محمد عمر مدنی نے کیا اس کتاب میں بھی یہی حدیث پیش کی گئی۔ اور حدیث لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

''یہ حدیث صحیح ہے اسے امام احمد نے اپنی مسند (۴/ ۲۸۷، ۲۹۵) میں مذکورہ ترتیب سے روایت کیا ہے، (برزخی زندگی: ص ۱۲ شیخ خالد بن عبدالرحمن)

اسی کتاب میں یہی روایت ہے کہ جب میت تینوں سوالات کے جوابات صحیح دے دیتی ہے تو

''**پھر جنت کا ایک دروازہ کھولا جاتا ہے** اور کہا جاتا ہے، یہ تمہاری جائے قیام ہے، اور اس میں

اللہ کی طرف سے مہیا کردہ چیزیں تمہارے لئے ہیں، جسے دیکھ کر میت کے رشک وخوشی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے.....پھر اس کی قبر ستر ہاتھ کشادہ اور منور کردی جاتی ہے''

(برزخی زندگی: ص ۷۴: شیخ خالد بن عبدالرحمن)

☆.....غیر مقلدین وہابیہ کے ابن قیم جوزیہ صاحب علامہ ابن حزم کی مذکورہ حدیث پر اعتراض کے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''هذا حديث ثابت مشهور مستفيض صححه جماعة من الحفاظ، ولا نعلم احدا من ائمة الحديث طعن فيه، بل رووه في كتبهم و تلقوه بالقبول و جعلوه اصلا من اصول الدين في عذاب القبر و نعيمه''

یعنی یہ حدیث صحیح مشہور اور مستفیض ہے اور حفاظ کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے اور ہمیں علم نہیں کہ ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں طعن کیا ہو، بلکہ انہوں نے اپنی کتب میں اسے روایت کیا اور قبول کیا ہے اور عذابِ قبر اور نعیم قبر (یعنی قبور میں راحت) کے سلسلے میں اس روایت کو اصول دین میں شمار کیا ہے''

(کتاب الروح عربی المسالۃ السادسۃ: ص ۶۸، اردو ۸۴)

لہٰذا اس صحیح حدیث سے بالکل واضح ہوگیا کہ مرنے کے بعد قبر میں اہل نجات کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس کا ٹھکانہ جنت کو بنا دیا جاتا ہے، اسے **جنت کا لباس پہنایا جاتا ہے، اس کی قبر میں جنت کی ہوائیں اور خوشبو آنے لگتی ہیں، اس کی قبر حد نگاہ کشادہ کردی جاتی ہے۔**

.....جاری ہے.....

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن کا جواب

عبید الرضا ارسلان قادری رضوی

روافض جو کہ شروع سے ہی اسلام دشمنی میں پیش پیش ہیں ان کی جانب سے مقدسات کی توہین کو جسے وہ تبرا جیسے عنوان سے جانتے ہیں نہ صرف اپنا دین و مذہب سمجھتے ہیں بلکہ اسے ذریعہ نجات بھی قرار دیتے ہیں۔(معاذ اللہ)

ان لوگوں کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ماسوائے تین چار کے مرتد ہوگئے العیاذ باللہ شیخ مفید جسے روافض کے ہاں ایک بڑا مقام حاصل ہے وہ لکھتا ہے

"ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كما قبض ارتد الناس على اعقابهم كفارا الا ثلاثا سلمان و المقداد و ابو ذر الغفاری" (الاختصاص ص ۱۸ علمی مطبوعات بیروت لبنان)

یعقوب کلینی نے روضۃ الکافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرتے یہی روایت باالفاظ دیگر نقل کی۔

جلد ۳ ص ۱۳۳ کتاب الروضہ روایت نمبر ۳۴۱ مطبوعہ منشورات الفجر بیروت لبنان

باقر مجلسی نے حیات القلوب میں عیاشی سے بسند امام باقر رضی اللہ عنہ نقل کیا کہ سوائے چار کے سب مرتد ہو گئے۔(ترجمہ حیات القلوب ج ۲ ص ۹۲۳)

جس مذہب میں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان چار اشخاص کے علاوہ کوئی مسلمان نہ رہا ان سے شیخین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا کی امید رکھنا کوئی انہونی بات نہیں۔

ان لوگوں کا یہ اعتراض نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حبیبِ کبریا اپنے اصحاب کی ایسی

تربیت بھی نہ فرما سکے العیاذ باللہ کہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد اسلام پر قائم رہتے۔

خیر ان لوگوں کی تبرا کرنے کی عادت شروع سے ہی ہے ان لوگوں کے اتہامات اس قدر بے ہودہ ہیں کہ الامان والحفیظ۔ اس میں سے ایک بہتان یہ بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدۃ الکائنات سیدۃ النساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہید کیا اور ان کے رحم میں موجود بچہ جس کا نام محسن تھا وہ بھی شہید ہو گیا۔

اس پر مشہور تبرا باز رافضی غلام حسین نجفی نے اپنی تصانیف میں جا بجا اس بات کو لیکر کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

اس کے علاوہ عبدالکریم مشتاق نے "آگ خانہ بتول پر" کتاب لکھ کر اپنے بغض کا ثبوت دیا اور حال ہی میں شہنشاہ نقوی نے اپنے ایک ویڈیو بیان میں اس موضوع پر ہفوات بکی ہیں۔

ہم یہاں اولا روافض کے اعتراضات کو یکجا کریں گے اس کے بعد بالترتیب ان کا جواب پیش کریں گے اور سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات پر نا قابل تردید حوالہ جات بھی پیش کریں گے اللہ جل شانہ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

روافض کی ہرزہ سرائی

گزشتہ دنوں شہنشاہ نقوی رافضی نے اپنی تقریر میں چالیس حوالہ جات کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا کہ معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر دروازہ گرایا۔

اس کے علاوہ مولوی غلام حسین نجفی نے "سهم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم" میں اس موضوع پر ہفوات بکی ہیں۔

اس کے علاوہ عبدالکریم مشتاق نے "آگ خانہ بتول پر" لکھ کر اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا۔

اب دیکھیں کہ غلام حسین نجفی نے کیسے بغض سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ثبوت دیا اس نے چند کتب کا نام لے کر دعوی کیا کہ ان کتب میں یہ واقعہ مرقوم ہے جن کے نام یہ ہیں

تاریخ طبری، تاریخ ابوالفداء، عقد الفرید، الامامۃ والسیاست، شرح ابن ابی الحدید، الملل و النحل، الاستیعاب، الفاروق، تحفہ اثنا عشریہ، ازالۃ الخفا، قرۃ العینین۔

اس کے بعد لکھتا ہے:

گیارہ عدد کتب اہل سنت گواہ ہیں کہ عمر فاروق نے نبی کی بیٹی سیدہ زہرا کو ان کا گھر جلانے کی دھمکی دی۔ (سھم مسموم ص ۷۰)

یہاں سے مولوی نجفی کے بقول معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر جلانے کی دھمکی دی۔

ہم ان حوالہ جات کا جائزہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ حق بات واضح ہو۔

روافض کا یہ طریقہ کار پرانا ہے کہ اپنے لوگوں کو بھی اہل سنت کے کھاتے میں ڈال کر اپنا مدعا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں یہاں بھی موصوف نے کچھ ایسا ہی کیا جو آگے چل کے ہم بیان کریں گے۔

پھر جن واقعات کو اہل سنت کی کتابوں میں تردید کے لئے نقل کیا گیا روافض اس کو اپنی تائید میں پیش کر کے مظلومیت کا ڈھونگ رچاتے ہیں اس فرقے کے پاس اسی قسم کے ہتھیار ہیں وگرنہ حقیقت میں یہ فرقہ جھوٹ وتبرا کا مجموعہ ہے۔

موصوف نے اولاً یہ دعویٰ کیا کہ ۱۱ کتب اہل سنت سے ہم نے یہ ثابت کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر جلانے کی دھمکی دی اگر بالفرض برسبیلِ تنزل تسلیم کر لیا جائے کہ دھمکی

دی تھی تو اس سے گھر کا جلانا کیسے ثابت ہوا؟

جس دھمکی کو جنہوں نے نقل کیا وہ اس کی اسنادی حیثیت بھی بیان کرتے ہیں اور اصل میں یہ کس کا موقف تھا اسے بھی نقل کرتے ہیں۔

کتاب الوافی بالوفیات الجزء السادس میں "النظام المعتزلی ابراہیم بن سیار بن ہانی البصری" کے تذکرہ میں مرقوم ہے:

ومنها ميله إلى الرفض و وقوعه في أكابر الصحابة رضي الله عنهم و قال: نص النبي ﷺ على أن الإمام علي وعينه وعرفت الصحابة ذلك ولكن كتمه عمر لأجل أبي بكر رضي الله عنهما، وقال: إن عمر ضرب بطن فاطمة البيعة حتى ألقت المحسن من بطنها (الوافی بالوفیات الجزء السادس ص ۱۵، دار احیاء العربی بیروت لبنان)

یہاں سے واضح ہوا کہ یہ نظام معتزلی کا قول بیان کیا جارہا ہے اور اس کا عقیدہ بھی واضح طور پر لکھا کہ وہ نبی پاک ﷺ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو وصی تسلیم کرتا تھا اور روافض کی جانب وہ میل رکھتا تھا اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

"هو كذب وزور وبهتان"

لہٰذا معلوم ہوا کہ اہل سنت کے ہاں یہ کلام مردود وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہتان ہے۔

اسی طرح "اعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام" میں عمر رضا کحالہ اس واقعے کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وقال ابن أبي الحديد: فأما الأمور الشنيعة المستهجنة التي تذكرها الشيعة"

(اعلام النساء مجلد رابع ص ۱۱۵)

اسی طرح محمد بن عبدالکریم شہرستانی کی "الملل والنحل" جس کا تذکرہ، عبدالکریم مشتاق نے بھی کیا عبد الکریم شہرستانی نے بھی اسے نظام معتزلی کے اقوال سے بیان کیا ملاحظہ فرمائیں:

الحادية عشرة: ميله إلى الرفض، ووقيعته في كبار الصحابة قال: أولاً: لا إمامة إلا بالنص والتعيين ظاهراً مكشوفاً. وقد نص النبي صلى الله عليه وسلم على علي رضي الله عنه في مواضع وأظهره إظهاراً لم يشتبه على الجماعة. إلا أن عمر كرم ذالک وهو الذي تولى بيعة أبي بكر يوم السقيفة ونسبه إلى الشك الحديبية في سؤاله الرسول عليه الصلاة والسلام حين قال: ألسنا على الحق؟ أليسوا على الباطل؟ قال نعم۔ قال عمر: فلم نعطي الدنية في ديننا؟ قال هذا شك وتردد في الدين، ووجدان حرج في النفس مما قضى وحكم وزاد في الفرية فقال: إن عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتى ألقت الجنين من بطنها وكان يصيح: احرقوا دارها بمن فيها، وما كان في الدار غير علي وفاطمة والحسن والحسين

(الملل والنحل مجلد ۱ ص ۷۱، مکتبہ فاروقیہ محلہ جنگی پشاور)

اس حوالے سے بھی واضح ہوا کہ یہ بھی نظام معتزلی کا قول بیان کیا جارہا ہے جو کہ رافضی شیعہ تھا۔

لہٰذا اس تردید کو اپنی تائید میں پیش کرنا روافض کا دجل نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں اس واقعے کو نقل کر کے اس کی تردید فرمائی اور روافض نے اسے بھی خیانتاً تائید میں پیش کیا۔

اب ذرا طبری وغیرہ کی عبارات کو دیکھتے ہیں، مکمل عبارت بمعہ سند ملاحظہ فرمائیں

"حدثنا ابن حميد، قال: حدثنا جرير عن مغيرة، عن زياد بن كليب، قال: أتى عمر بن

الخطاب منزل علي وفيه طلحة والزبير ورجال من المهاجرين، فقال: والله لأحرقنَّ عليكم أو لتخرُجنَّ إلى البيعة، فخرج عليه الزبير مصلتا بالسيف، فعثر فسقط السيف من يده، فوثبوا عليه فأخذوه" (طبری مجلد الثامن ص ۱۵)

اس کی تحقیق میں لکھا ہے:

"إسناده معضل وفي متنه نكارة"

اس روایت میں کہیں بھی گھر کو جلانے کا ذکر نہیں۔

صرف یہ کہا گیا کہ اگر بیعت کے لئے نہیں نکلتے تو تمہارے گھر کو جلا دوں گا۔

شرح ابن ابی الحدید میں اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے

"وهو خبر واحد غير موثوق" (ابن ابی الحدید مجلد رابع ص ۴۶۲)

لہٰذا یہ روایت بھی قابل احتجاج نہ ٹھہری۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید جو کہ شیعہ تھا اس کے نزدیک بھی یہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ اور روافض نے اس روایت کو اس کی جانب بھی منسوب کیا۔

ابن ابی الحدید سنی نہیں بلکہ شیعہ مورخ تھا۔ عباس قمی نے ابن ابی الحدید کے شیعہ ہونے کا اقرار کیا عباس قمی لکھتا ہے:

عزالدین عبدالحمید بن محمد بن الحسین بن ابی الحدید المدائنی الفاضل الادیب المؤرخ الحکیم الشاعر نہج البلاغہ کا شارح ہے اور سات مشہور قصیدوں کا قائل ہے۔ مذہب کے اعتبار سے معتزلہ تھا، جیسا کہ اپنے بارے میں خود اسے معتزلہ ہونے کا اقرار ہے اور یہ اقرار اس نے ایک قصیدے میں کیا، جو اس نے حضرت علی المرتضی کی شان میں کہا اور میں اپنے آپ کو معتزلہ سمجھتا

ہوں، اور میں آپ کی وجہ سے ہر شیعہ کہلانے والے کو دل سے چاہتا ہوں۔

(الکنی والالقاب ج ۱ ص ۲۳۹)

اسی طرح مقدمہ شرح ابی الحدید کے مطابق ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ تھا۔

ابن ابی الحدید مدائن میں پیدا ہوا۔ اس کا سن پیدائش ۵۸۶ ھجری ہے اور مدائن میں پرورش پائی اور اسی کے شیوخ سے استفادہ کیا اور مذہب کلامیہ پڑھا پھر اعتزال کی طرف پلٹ گیا۔

ان دنوں اہل مدائن میں شیعیت غالب تھی اور اس بارے میں غلو اور ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ان میں موجود تھیں، اس نے بھی ان کی روش اختیار کی اور ان کے مذہب کو اپنا لیا۔ اس نے "علویات" نامی مشہور قصیدے بھی لکھے۔ جن میں اہل مدائن کے معتقدات بھی بیان کئے، ان میں اس نے غلو بھی کیا اور تشیع کا اظہار بھی۔ ان قصائد میں بہت سے اشعار میں مذہب اعتزال کا اعتراف کیا، ان قصائد میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

میں نے مذہب اعتزال اختیار کیا اور تیری وجہ سے ہر اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو تشیع رکھتا ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید تحقیق محمد ابوالفضل ابراھیم الجزء الاول ص ۱۳، ۱۴)

ان حوالہ جات سے بھی واضح ہوا کہ ابن ابی الحدید سنی نہیں بلکہ شیعہ مورخ تھا۔

لہذا ابن ابی الحدید کو پیش کرنا بھی ان کو سودمند نہ ہوا۔

درجنوں کتب سے بھی اس واقعے کو روافض پیش کریں تو اس کا پیش کرنا ان کو کچھ مفید نہیں کیونکہ یہ روایت عقلاً نقلاً باطل ہے۔

کیونکہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی موجودگی میں یہ واقعہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں فاتح خیبر مولائے کائنات مولائے مشکل کشاء شیر خدا کے جیسے القابات کی حامل شخصیت کے سامنے ان کی زوجہ

محترمہ اور زوجہ بھی عام زوجہ نہ ہوں بلکہ خواتین جنت کی سردار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر حسنین کریمین کی والدہ محترمہ ہوں ان کے بارے یہ جسارت کرنا بڑی جرات کی بات ہے۔ اس سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شجاعت پر بھی حرف ضرور آئے گا کہ ان کے سامنے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی جائے ان پر دروازہ گرایا جائے اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاموش تماشائی بنے رہیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ

مزید یہ کہ جن کو روافض مسلمان جانتے ہیں کیا وہ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے؟ جب یہ واقعہ ہوا؟ کیا انہوں نے اس بات کی اجازت دی کہ ایسے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا جائے؟

اگر تم کہو کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگ سے منع فرمایا تھا تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ اس حکم کا نفاذ صرف دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کے لئے تھا؟

پھر اس حکم کی حکم عدولی معاذ اللہ جمل وصفین میں کیوں کی گئی؟ اگر واقعتاً تلوار اٹھانے سے ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تو یہ نہی جمل وصفین کے لئے کیوں نہیں؟

الامامۃ والسیاسۃ، عقد الفرید جیسی بے سند کتابوں سے اس واقعہ کی دلیل پکڑنا بھی روافض کے دعوی کے ثبوت کے لئے کافی نہیں۔

اب یہاں ہم اس روایت کی سند پر بھی کلام کرتے ہیں اس روایت میں "جریر عن مغیرہ" موجود ہے۔

اب اس جریر کی اسنادی حیثیت کیا ہے وہ بھی دیکھتے ہیں

تقریب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وله اوهام اذا حدث من حفظه وهو من السادسته مات سنته سبعين بعدما اختلط، لكن كم يحدث في حال اختلاط (تقريب التهذيب ص ١٩٦)

جو راوی اختلاط کا شکار ہے اس کی روایت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن کرنا کیسے قبول کیا جائے؟

اسی طرح مغیرہ کے بارے میں ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"انه كان يدلس" (تقريب التهذيب ص ٩٢٦)

حافظ ذہبی بھی مغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"كان المغيره يدلس" (تهذيب الكمال في اسماء الرجال مجلد تاسع ص ٨٠)

ایک مرکزی راوی زید بن اسلم کے بارے میں بھی کچھ حقائق پیش کر دیتے ہیں کیونکہ نجفی صاحب نے اس پر بھی اچھل کود کی ہے ملاحظہ ہو

زید بن اسلم پر آپ کو برستے شرم کرنی چاہیے تھی۔ (سھم مسموم ص ٧٣)

نجفی صاحب تو مر کے مٹی ہو گئے اب ان کے متبعین سے ہم مخاطب ہیں یہاں زید بن اسلم پر کوئی نہیں برسا ایک تاریخی حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ ایک بندہ جو وفات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے موقع پر موجود ہی نہ ہو پھر واقعہ کو اس کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا ناانصافی نہیں؟

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے حوالے سے الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں ہے:

واختلف في وقت وفاتها، فقال محمد بن علي أبو جعفر: توفيت بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بستة أشهر، وروي عنه أيضاً: أنها لبثت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ثلاثة أشهر، وقيل: بل ماتت بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم بمائة يوم.

وقال الواقدي: حدثني معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة قال: وأخبرنا ابن جريج عن الزهري عن عروة أن فاطمة توفيت بعد النبي صلى الله عليه وآله وسلم بستة أشهر. قال

محمد بن عمر: وهو أشبه عندنا. قال: وتوفيت ليلة الثلاثاء لثلاث خلون من شهر رمضان سنة إحدى عشرة" (الاستیعاب ج ۲ ص ۱۱۴)

اسی طرح "قلادة النحر في وفيات اعيان الدهر" میں مرقوم ہے:

فاطمة الزهراء بنت رسول الله ﷺ، وتكنى بـ "أم أبيها"، سيدة نساء العالمين ما عدا مريم بنت عمران، أمها خديجة بنت خويلد

وهي أصغر بناته ﷺ على الصحيح، وأنكحها رسول الله صلّى الله عليه وسلم عليًا رضي الله عنه بعد أحد وهي بنت خمس عشرة سنةً وخمسة أشهر، فولدت الحسن والحسين ومحسنًا -مات صغيرًا- وأم كلثوم وزينب، وانقطع نسل رسول الله صلّى الله عليه وسلم إلا منها، ولما توفي رسول الله صلّى الله عليه وسلم وجدت عليه وجدًا عظيمًا.

وتوفيت لثلاث خلون من رمضان سنة إحدى عشرة بعد وفاة أبيها بستة أشهر، وكان عمرها سبعًا أو تسعًا وعشرين سنةً (ج ۱ ص ۱۵۴)

اسی طرح شیعہ نے بھی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات تین جمادی الثانی ۱۱ ہجری کو لکھی ہے۔ (فاطمۃ الزہرا طلوع سے غروب تک ص ۶۰۶ محمد کاظم قزوینی)

اب دیکھنا یہ ہے کہ زید بن اسلم جس کے حوالے سے یہ واقعہ گھڑا گیا کیا وہ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھا کہ نہیں

اسلم مولى عمر بن الخطاب القرشي العدوي المدني ابو خالد كان من سبي اليمن، سمع عمر، روى عنه القاسم بن محمد وزيد ابن اسلم، قال لي الخزامي عن زيد بن

عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: توفي اسلم وهو ابن اربع عشرة ومائة وصلى عليه مروان بن الحكم وقال لي محمد بن مهران عن محمد بن سلمة عن ابن اسحاق: بعث ابو بكر عمر بن الخطاب سنة احدى عشرة فأقام للناس الحج وابتاع فيها اسلم"

(تاریخ الکبیر مجلد ۲ ص ۲۳_۲۴)

ایک شخص سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت وہاں موجود ہی نہ ہو اس کی جانب اس واقعہ کو منسوب کرنا عقلاً باطل ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ زید بن اسلم پر برسنے کی ضرورت نہیں تو جناب ان پر برسا کون ہے؟

ہم تو صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ جھوٹ وہ گھڑو جو چل سکے کوئی آپ جھوٹ گھڑنے میں اس قدر بے باک ہیں کہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس کی حیثیت کیا ہے۔

مذکورہ دلائل سے اس روایت کی اسنادی حیثیت بھی واضح ہوئی۔ اس پر علمائے اہلِ سنت کی تردید بھی نقل کر دی ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ایں قصہ سراسر واہی و بہتان و افترا است (تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن فاروقی طعن نمبر ص)

مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے "کذب محض" لکھا۔ (نبراس شرح العقائد ص ۵۲۶)

اس واقعہ کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہوا۔ اب دیکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کیسے ہوئی۔

رافضی مولوی مرزا یوسف لکھتا ہے:

رحلت سے قبل آپ روضہ رسول پر تشریف لے گئیں۔ قبر و ممبر کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور قبر مطہر کو سینہ سے لگایا اور قبر کی خاک سر و سینہ پر ملی زیارت سے مشرف ہو کر دولت سرا واپس آئیں۔ اسما بنت عمیس ہر وقت خدمت گزاری میں مصروف تھیں۔ آپ نے غسل فرمایا۔

آنحضرت کی چادر اوڑھی اور فرمایا کہ میں حجرہ میں جاتی ہوں کچھ دیر بعد آواز دینا اگر آواز نہ آئے تو سمجھنا کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے باپ کے پاس چلی گئی ہوں۔

آگے لکھتا ہے:

کچھ دیر بعد اسماء نے حجرہ کی طرف رخ کر کے آواز دی یا ام الحسن والحسین یا بنت رسول اللہ۔ تین مرتبہ آواز دی کوئی جواب نہیں آیا۔ اندر داخل ہوئیں تو دیکھا آپ رحلت فرما چکی ہیں۔ اسماء گریباں چاک کر کے باہر نکلیں تو حسن و حسین نظر آئے۔ مادر گرامی کے بابت انہوں نے دریافت کیا تو اسما کوئی جواب نہ دے سکیں۔ اندر داخل ہوئے تو دیکھا رحلت فرما چکی ہیں۔

(البتول فی وحدت بنت رسول ص ۴۶ ناشر اسلامیہ مشن پاکستان)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات طبعی تھی نہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب من گھڑت قصے سے۔

عباس قمی لکھتا ہے:

ابن بابویہ نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ زیادہ گریہ کرنے اور رونے والے پانچ اشخاص گزرے ہیں آدم یعقوب، یوسف۔ فاطمہ بنت محمد من اور علی بن الحسین صلوات علیہم اجمعین۔ جناب آدم فراق جنت میں اتنا روئے کہ ان کے رخساروں پر رونے سے دو لکیریں پڑ گئی تھیں اور یعقوب یوسف کے فراق میں اتنا روئے کہ نابینا ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان سے کہا خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ قریب ہے کہ آپ اپنے آپ کو مریض اور اپنے بدن کو غم میں گھلا دیں گے یا ختم ہو جائیں گے اور یوسف یعقوب کی جدائی میں اتنا روئے کہ اس قید خانے کے لوگ جس میں جناب یوسف قید تھے ان کے رونے سے اذیت

و تکلیف میں تھے وہ کہتے تھے رات کو گریہ کرو اور دن کے وقت خاموش رہو یا دن کو گریہ کرو اور رات کو خاموش رہو۔ پس آپ نے ان سے مصالحت کی کہ ان میں سے ایک وقت روئیں گے اور دوسرے میں خاموش رہیں گے۔ اور جناب فاطمہ علیہا السلام اپنے باپ رسول خدا کی وفات پر اتنا روئیں کہ آپ کے رونے سے اہل مدینہ پریشان رہنے لگے اور کہنے لگے آپ کے زیادہ رونے سے ہمیں بہت دکھ پہنچتا ہے پس وہ بی بی مقبرہ شہداء احد میں چلی جاتی تھیں اور جتنا چاہتیں گریہ کرتیں اور پھر مدینہ واپس آ جاتیں۔ باقی رہے علی بن الحسین علیہ السلام تو وہ اپنے باپ کی مصیبت پر ایک سال تک اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال تک روئے کبھی آپ کے سامنے کھانا نہیں رکھا گیا کہ آپ نے گریہ نہ کیا ہوا اور کبھی پانی نہیں پیا کہ روئے نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپ کے ایک آزاد کردہ غلام نے حضرت سے عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں اے فرزند رسول مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ رو رو کر اپنے آپ کو ختم نہ کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنی مصیبت کی شکایت خدا سے کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے اس چیز کو جانتا ہوں کہ تم لوگ نہیں جانتے یاد رکھو کہ میں اولاد فاطمہ کی شہادت کو جب یاد کرتا ہوں تو گریہ میرا گلو گیر ہو جاتا ہے۔

اس سے آگے لکھتا ہے:

کتاب روضۃ الواعظین وغیرہ میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ سخت بیمار ہوئیں۔ ان کی بیماری نے چالیس دن تک طول کھینچا جب آپ نے اپنی وفات کو محسوس کیا تو ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو بلایا اور انہیں بھیجا کہ حضرت امیر المومنین کو بلا لائیں جب حضرت امیر المومنین تشریف لائے تو عرض کیا کہ اے پسرم (چچا کے بیٹے) آسمان سے مجھے میری وفات کی خبر آ پہنچی ہے اور میں سفر آخرت کرنے والی ہوں۔ (احسن المقال ج ۱ ص ۱۷۳)

اس سے آگے لکھتا ہے:

کشف الغمہ وغیرہ میں روایت ہے کہ جب جناب فاطمہ کی وفات قریب آئی تو آپ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تا کہ میں غسل کروں پس آپ نے وضو کیا اور ایک روایت میں ہے کہ بہترین طریقہ سے غسل کیا اور خوشبو منگوا کر لگائی نیا لباس منگوا کر پہنا اور فرمایا اے اسماء میرے والد کی وفات کے وقت جبرئیل چالیس درہم کافور بہشت سے لائے تھے حضرت نے اسے تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا تھا۔ ایک میرے لیے اور ایک حصہ علی کے لیے۔ وہ کافور لے آؤ تا کہ مجھے اس سے حنوط کریں۔ جب وہ کافور لے آئی تو فرمایا اسے میرے سرہانے رکھ دو۔ پھر آپ نے اپنے پاؤں قبر کی طرف دراز کیے اور لیٹ گئیں اور اوپر کپڑا ڈال لیا اور فرمایا اے اسماء ایک لحظہ صبر کرنا پھر مجھے آواز دینا اگر میں جواب نہ دوں تو علی کو بلانا اور سمجھ لینا میں اپنے پدر عالی قدر کے پاس چلی گئی ہوں۔ اسماء نے کچھ دیر توقف کیا اس کے بعد اس مخدرہ کو آواز دی تو جواب نہ ملا۔ پس کہنے لگی۔ اے مصطفیٰ کی بیٹی! اے اولاد آدم میں سے بہترین شہزادی اے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین کی بیٹی اے اس کی بیٹی جو شب معراج قاب قوسین اور ادنی کے مقام پر پہنچا۔ جب کوئی جواب نہ آیا آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا۔ کیا دیکھتی ہیں کہ روح پرفتوح ریاض جناں کی طرف پرواز کر چکی ہے۔ پس وہ ان کے بوسے لیتی تھی اور کہتی تھی کہ جب رسول خدا کی خدمت میں جاؤ تو اسماء بنت عمیس کا سلام عرض کرنا اس اثناء میں امام حسن اور امام حسین گھر میں داخل ہوئے اور کہنے لگے اُسے اسماء اس وقت ہماری ماں کیوں سوئی ہوئی ہیں۔ اسماء نے عرض کیا سوئی ہوئی نہیں بلکہ وہ تو رحمت رب الارباب میں جا پہنچی ہیں پاس امام حسن نے اپنے آپ کو ماں کے

اوپر گرا دیا اور ان کے چہرہ انور کے بوسے لینے لگے اور کہتے کہ اے مادر گرامی مجھ سے بات کریں۔ (احسن المقال ج ا ص ۱۷۴، ۱۷۵)

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شہادت کے حوالے سے جھوٹا قصہ گھڑا گیا آپ کی وفات طبعی وفات تھی اور غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سبب تھا۔

اسی طرح یہ واقعہ فاطمۃ الزہرا طلوع سے غروب تک ص ۵۸۲ پر بھی موجود ہے۔

اسی طرح یہ روایت بیت الاحزان ص ۲۸۴ پر عباس قمی نے بھی نقل کی ہے۔

اس کے علاوہ بحار الانوار عربی ج ۴۳ ص ۱۳۰، اردو ج ۳ ص ۱۹۶

جلاء العیون ج ا ص ۲۴۰ اردو میں ملا باقر مجلسی نے اس روایت کو بیان کیا۔

اسی طرح سیرت حضرت فاطمۃ الزہرا ص ۲۳۳ ادارہ اصلاح لکھنؤ میں آغا محمد سلطان نے نقل کیا اس کے علاوہ سیرت فاطمۃ الزہرا ص ۲۲۹ پر آپ کی وفات کا بیماری سے ہونا مرقوم ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر علی شریعتی کی کتاب "فاطمہ فاطمہ ہے ص ۲۸۰" پر آپ کی وفات کا طبعی ہونا مرقوم ہے

اسی طرح "حیات فاطمۃ الزہرا ص ۱۲۹" پر جعفر شہیدی نے آپ کی وفات کا طبعی ہونا تسلیم کیا ہے۔

اسی طرح آیت اللہ ابراہیم امینی نے "فاطمۃ الزہرا اسلام کی مثالی خاتون ص ۲۲۹" پر آپ کی وفات کا طبعی ہونا تسلیم کیا۔

اسی طرح "دلائل الامامہ ص ۴۵" پر ابی جعفر محمد بن جریر بن رستم طبری نے آپ کی وفات کا طبعی ہونا ذکر کیا۔

ہم نے روافض کو ۱۴ کے عدد کے حساب سے ۱۴ حوالے پیش کئے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات مرض سے ہوئی لہٰذا روافض کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر یہ بہتان باندھنا کہ آپ نے ان کے گھر کو جلایا اور بی بی پاک پر دروازہ گرایا یہ بہتان کے سوا کچھ نہیں۔

ظہورفیضی کے عقائدونظریات (قسط نمبر ۳)

مبلغ یورپ مفتی اورنگ زیب نقشبندی حفظہ اللہ

گزشتہ سے پیوستہ

لوط بن یحییٰ محب اہل بیعت؟

دوئم جناب کا یہ کہنا کہ وہ محب اہل بیت تھا، صرف الفاظ کی ہیرا پھیری ہے۔ اول تو جناب کے ذمے تھا کہ وہ بحوالہ ان یمنی علما کا قول نقل کرتے اور یہ صراحت کے کرتے کہ ان کا اہل سنت میں کیا مقام ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ ایسے علما کا وجود ہی نہیں۔ صرف لفاظی کے زور پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی زبردست سعی کی گئی ہے۔ جناب کی یہ بات قابل مذمت ہے کہ لوط بن یحییٰ محب اہل بیت تھا، اگر اس کی روایت کردہ روایات پر نظر ڈالی جائے تو نہ صرف صحابہ بلکہ اہل بیت کی حیثیت بھی مجروح ہو جاتی ہے ،ان تاریخی روایات پر اکابرین امت بھی برہم نظر آتے ہیں بلکہ خود امام طبری رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

"فَمَا يَكُنْ فِيْ كِتَابِيْ هَذا مِنْ خَبَرٍ ذَكَرْناه عن بَعْضِ الماضِيْنَ مِمَّا يَسْتَنْكِرُه قَارِيهِ، أو يَسْتَشْنَعُه سَامِعُه، مِنْ أَجَلِ أَنَّه لَمْ يَعْرِفْ لَه وَجْهاً فِي الصِّحَّةِ، وَلاَ مَعْنًى فِي الْحَقِيقَةِ، فَلْيَعْلَمْ أَنَّه لَمْ يُؤْتَ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِنَا، وَ إِنَّمَا مِنْ قِبَلِ بَعْضِ نَاقِلِيْهِ إِلَيْنَا، وَأَنَا إِنَّما أَدَّيْنَا ذٰلِكَ عَلى نَحْوِ مَا أُدِّيَ إِلَيْنَا" (تاريخ الطبري، خطبة الكتاب: ۱/۱۳)

اس مقام پر خود امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کا اقرار ہے کہ بعض مقامات واقعی تشویش ناک ہیں اور ایسے مقامات کے ذمہ دار راوی ہیں، بہر حال امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کی صراحت کر دی ہے ،مگر انہی روایات کی بدولت ان پر بھی شیعہ ہونے کی جرح کی گئی۔ مولوی نافع دیوبندی لکھتے ہیں:

"غور طلب بات یہ ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر الطبری کے لیے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو من وعن نقل کر کے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بنا پر یہ کارِ خیر انجام دیا؟ گویا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب وشتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے، ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا؟ چناں چہ شیعہ اور روافض رسالہ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔

(فوائد نافع ج 1 ص 58)

اسی رویہ کی بدولت امام ذہبی وابن حجر نے بھی ان کے تشیع کے میلان کی جانب یوں اشارہ کیا

ثِقَةٌ صَادِقٌ فِيْهِ تَشَيُّعٌ يَسِيْرٌ وَ مُوَالَاةٌ لَا تَضُرُّ"

(میزان الاعتدال: ۳/۴۹۹، لسان المیزان: ۵/۱۰۳)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہل تشیع ایک اور طریقے سے اہل سنت کے مورخین کو دھوکہ دیتے ہیں، اس مواد کے نقل کرنے میں بالکل خیانت نہیں کرتے ،لیکن جب صحابہ کرام کا تذکرہ اور ان کے درمیان اختلافات کا مقام آتا ہے تو محمد بن جریر طبری شیعی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں جو اس نے صحابہ کی تنقیص شان میں تحریر کی ہوئی ہے (تحفہ اثناعشریہ ص 57)

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور یاد رکھو وہ تمام روایات جو اس نزاع کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو مورخ طبری سے مروی

ہیں، جو کہ اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق مردود الروایہ ہے، اور یہ ابن طبری بلاشبہ شیعہ ہے

(وصایا قمریہ ص15، انوار قمریہ ص379)

اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد جناب علامہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی فرماتے ہیں:

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے کے اس اقتباس کو بار بار پڑھیے۔ آپ نے چند سطور میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں، اولیاء کرام کا نام لیکر ان کا مسلک واضح کر دیا ہے اور چور کو اس کے گھر تک پہنچا دیا ہے (دفاع سیدنا امیر معاویہ ج1 ص132)

مولانا محمد عظیم نقشبندی لکھتے ہیں:

محمد بن جریر طبری شیعہ ہے اور اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی کسر شان میں ایضاح المسترشد نامی کتاب لکھی ہے جس میں مسئلہ خلافت کو تحریر کیا اور صحابہ کرام کو ہدف تنقید بنایا۔

(عمدۃ التحقیق ج1 ص323)

ان تمام حوالہ جات سے واضح ہوا کہ مورخ ابن جریر طبری اپنی تحریرات کی روشنی میں شیعی معلوم ہوتے ہیں، اور ان کی کتاب کا تقریباً بیس فیصدی حصہ اس لوط بن یحییٰ سے روایت کردہ ہے۔ اس لئے یہ لوط بن یحییٰ محب اہل بیت نہیں بلکہ شیعی راوی ہے، اور اسی کی روایات کی بدولت خود امام طبری بھی جرح سے محفوظ نہ رہ سکے۔ لیکن حق جمہور کے ساتھ ہے۔

منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ

اہل تشیع حضرات کا یہ عقیدہ ونظریہ ہے کہ ان کے ائمہ منصوص من اللہ ہیں اور ان انتخاب خود اللہ رب العزت نے فرمایا ہے، ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں:

''امامت کا مرتبہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا منصب نبوت کے مثل ہے۔ اگر امام لوگ اختیار کر

سکتے تو نبی کو بھی اختیار کر سکتے ہیں اور یہ باتفاق باطل ہے۔ ایضاً عام بندوں کی مصلحتوں کے بارے میں امت کی ناقص عقل کب حکم کر سکتی ہے۔ صاحب تدبیر عقلاء بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی شہر یا حکومت کے انتظام کے لئے مقرر کرتے ہیں اور تھوڑی مدت میں ظاہر ہوتا ہے کہ غلطی کی ہے اور اس کو بدل دیتے ہیں لہٰذا عام مخلوق کی دین و دنیا کی ریاست وحکومت کے لئے لوگوں کی عقلیں کیونکر وفا کر سکتی ہیں۔ ایضاً اس عہدہ کے لئے عصمت شرط ہے جیسا کہ معلوم ہوگا اور کوئی شخص سوائے خدا تعالیٰ کے اس پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ اس بارے میں عقلی دلیلیں بہت ہیں۔ جن کی گنجائش اس رسالہ میں نہیں ہے۔ لیکن جو آیتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ امام خدا کی جانب سے منصوب ہوتا ہے۔ ان میں چند آیتوں کے ذکر، پر ہم اکتفاء رتے ہیں'' (حق الیقین ج1 ص46)

سید منظور حسین صاحب نقوی اپنا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں:

''انبیاؑ و مرسلین کی طرح امام بھی منصوص و مامور من اللہ ہوتے ہیں'' (تحفۃ العوام ص35)

استاد شیخ محمد رضا مظفر شیعہ حضرات کا ائمہ کے متعلق نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ نبوت کے منصب کی طرح امامت کا منصب بھی خدا کی جانب سے بندوں کے لئے ہوتا ہے اور امام کا یہ تقرر رسول اللہ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا پچھلے امام کی زبان سے ہوتا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یا پچھلے امام کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔ اس معاملے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام میں کوئی فرق نہیں ہے اور لوگ اس ذات کی نسبت کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رکھتے جس کا تقرر خدا کی طرف سے انسانوں کی رہبری اور تربیت کے لئے ہوتا ہے'' (مکتب تشیع ص ۱۱۴، جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان)

یہی عقیدہ ونظریہ جناب ظہور فیضی کے قلم سے معرض وجود میں آیا ہے اور جناب نے پرزور انداز میں

اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

الغرض جس انبیاء کرام علیہم السلام ازلاً منتخب ہوتے ہیں اسی غیر انبیاء کرام میں بھی کچھ ہستیاں ازلاً منتخب ہوتی ہیں جیسا کہ سیدہ ہاجرہ، سیدہ مریم، سیدین حسنین کریمین اور سیدینا مرتضیٰ و زہرا علیہم السلام (صلح الامام الحسن ص13)

ایسے ہی اپنے ائمہ کو معصوم سمجھنا بھی شیعہ حضرات کا عقیدہ ونظریہ ہے، محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

تمام شیعہ امامیہ اس کے قائل ہیں کہ امام کو نبی کی طرح اول عمر سے آخر عمر تک تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے اور احکام میں ہر قسم کی خطاء ولغزش سے منزہ ومبرا اور معصوم ہونا ضروری ہے

(اثبات امامت ص23)

خمینی لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین نے اس معاملے میں سختی کی ہے۔

(الحکومۃ الاسلامیہ ص232)

جبکہ اس قسم کے نظریات سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے، شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

میں نے روحانی طریقہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شیعہ مسلک کے متعلق پوچھا مجھے اشارہ کیا گیا کہ یہ مسلک جھوٹا ہے اور اس کا غلط ہونا لفظ امام سے ظاہر ہے۔ اس کیفیت سے واپس آیا تو میں دیکھا کہ واقعی ان کے ہاں امام ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو معصوم ہوتا ہے، اس کی تابعداری فرض ہے اور اس پر باطنی وحی ہوتی ہے، حالانکہ یہی نبی کی تعریف ہے، لہٰذا اس عقیدے سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے (رسائل شاہ ولی اللہ ص192)

.....جاری ہے.....

رشید گنگوہی کے باغی دیوبندی

مولانا رفعت برکاتی حفظہ اللہ

مطالعہ دیوبندیت کرنے والوں پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بانی دینِ دیوبندیت رشید احمد گنگوہی کو اس کے نام لیواؤں نے زمین سے اٹھا کر آسمان پر براجمان کر دیا ہے، جس کے لیے عقیدت مندوں سے کہیں زیادہ خود رشید احمد گنگوہی کی کوششیں اور دعوے شامل ہیں۔ فقط ایک مرثیۂ گنگوہی کو سامنے رکھیں تو محسوس کریں گے کہ رشید گنگوہی دیوبندیوں کے لیے کیا نہیں تھا۔ غوثِ اعظم، قطب ربانی، جنید وشبلی، صدیق وفاروق کے علاوہ بانی اسلام کا ثانی بھی تھا، محمود حسن دیوبندی لکھتا ہے:

زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل و ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیۂ گنگوہی، ص۵)

اب سوال یہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک بانی اسلام کون ہے؟ اس کا جواب جب ہم نے دیوبندیوں کی کتابوں میں تلاش کیا تو دو حوالے ملے، ان دونوں کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں

پہلا حوالہ: دیوبندیوں کا مفتی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

مذہبِ اسلام کا بانی مبانی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، اول، ص۳۶۹)

دوسرا حوالہ: دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی کہتا ہے:

خوب سمجھ لیجیے کہ بانی اسلام خدا تعالیٰ ہیں۔ (ذکر الرسول، ص۴۱)

معلوم ہوا کہ رشید احمد گنگوہی کو دیوبندی دوسرا خدا یا یوں کہیں کہ اسے ہی اپنا خدا مانتے ہیں۔ مگر افسوس

کہ دیوبندیوں کے **اس خدا کا جنازہ نکل چکا ہے۔**

محترم قارئین! بات یہیں ختم نہیں ہوتی ، بلکہ اس کی شان لوگوں کے دل و دماغ میں بٹھانے کے لیے دیوبندیوں نے بڑی جانفشانی اور ڈھیروں جتن کیے ہیں ،حتی کہ کبھی خواب گڑھے تو کبھی مراقبہ مکاشفہ بنا لیا۔ جیسے یہ حوالہ دیکھیں عاشق الٰہی دیوبندی اپنے "سائیں توکل شاہ" کے ذریعے رشید احمد گنگوہی کا مقام عرش سے بھی آگے ثابت کرنے کے لیے بڑی چالاکی سے لکھتا ہے:

سائیں توکل شاہ صاحب نے گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ (تذکرۃ الرشید،ص ۳۲۲)

استغفر اللہ ثم استغفر اللہ! رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے بھی آگے چلتا دیکھا گیا، اب عرش کے آگے کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ لامکاں ہے،تو مطلب یہ ہوا کہ بانی دین دیوبندیت رشید احمد گنگوہی کا مقام لامکاں میں ہے؟

قارئین کرام! آپ نے وہ خواب تو پڑھا یا سنا ہی ہوگا کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں ابولہب نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا جس کا انعام یہ ملا کہ جہنم میں اسے پیر کے دن عذاب میں کمی اور انگلیوں کے درمیان سے پانی مل جاتا ہے جن سے اس نے اشارہ کر کے لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ اس خواب کو ذہن میں رکھیں اور یہ خواب ملاحظہ فرمائیں، عاشق الٰہی دیوبندی لکھتا ہے:

ایک خادم تھا مولوی محمد اسماعیل صاحب کا جب اس کا انتقال ہو گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ سارے بدن میں آگ لگی ہوئی ہے مگر ہتھیلیاں سالم اور محفوظ ہیں اس نے پوچھا کیوں بھئی کیا حال ہے اس نے کہا کیا کہوں اعمال کی سزا مل رہی ہے سارے بدن کو تکلیف ہے مگر یہ ہاتھ حضرت مولانا کے پاؤں کو لگے تھے اس لیے حکم ہوا کہ ان میں آگ لگاتے ہمیں

شرم آتی ہے۔ (تذکرۃ الرشید، دوم،ص ۷۲)

رشید گنگوہی کا اپنا دعویٰ یہ تھا کہ

سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید، حصہ دوم،ص ۱۷)

اس فرمانِ رشید یہ کو مضبوطی دینے کے لیے اس کے سوانح نگار نے یہ لکھ کر دیوبندیوں کی ذہن سازی کر دی کہ واقعہ رشید گنگوہی جو کہتا ہے وہی حق ہے کیونکہ

مولانا کی زبان سے جو بات نکلتی ہے تقدیرِ الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔ (تذکرۃ الرشید، حصہ دوم،ص ۲۱۹)

اور چونکہ دیوبندیوں کی "ہدایت ونجات" کو رشید گنگوہی نے اپنی اتباع پر موقوف قرار دیا تھا اس لیے اسے بھی مزید پر یقین بنانے کے لیے دیوبندیوں کا شیخ الہند اٹھتا ہے اور اعلان کر دیتا ہے کہ دیوبندیو! سن لو:

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جگہ ہوا گمراہ
وہ میزابِ ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی
(مرثیۂ گنگوہی،ص ۹)

اور جب رشید گنگوہی سے اللہ تعالیٰ نے نعمتِ بصارت چھین لی تو اس وقت اس نے اپنی اتباع کرنے والوں کو بتایا کہ

حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔ (ارواحِ ثلثہ،ص ۲۳۰)

یہی نہیں بلکہ اپنے اقوال کو اور بھی تقویت دینے کے لیے خود رشید احمد گنگوہی نے ایک خواب بھی دیکھ لیا، خواب بھی ایسا کہ جس پر ہر صاحبِ عقل وشعور کو ہنسی آجائے، دیوبندیوں کے حبیب الامت مفتی حبیب اللہ قاسمی لکھتا ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت نبی پاک ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں، مجھ کو سامنے کھڑا کیا اور آپ نے سو مسائل مجھ سے دریافت فرمائے، میں نے ہر مسئلہ کا جواب دیا اور آپ ﷺ نے ہر ایک کی تصویب فرمائی اور بہت مسرور ہوئے، یہ خواب بیان کرنے کے بعد حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ جس دن سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے میں بہت خوش ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کسی مسئلہ میں پوری دنیا میرے خلاف ہو جائے تب بھی ان شاء اللہ حق میری طرف ہوگا۔ (جمالِ ہم نشیں، ص ۲۱۲)

ان تمام اقتباسات وعبارات سے آپ نے بخوبی اندازہ کر لیا ہوگا کہ رشید گنگوہی اور اس کا فرمان دینِ دیوبندیت کے متبعین کے لیے کس قدر اہمیت کا حامل ہے اور اس کی خلاف ورزی دیوبندیوں کے لیے کیسا زہرِ ہلاہل ہے۔ یقین نہیں تو اشرفعلی تھانوی ہی کی زبانی سن لیجیے، یہ کہتا ہے:

دہلی میں ایک بزرگ کا انتقال ہوا کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، فرمایا نجات تو ہوگئی مگر اس پر عتاب ہوا کہ تم نے مولانا گنگوہی سے تعلق کیوں نہیں قائم کیا۔ (ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۵، ص ۳۰۰)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمائی چالاکی کس طرح غیر محسوس طریقے سے عوام الناس کے دل و دماغ میں یہ بات ڈالی جا رہی ہے کہ دین دیوبندیت کے بانی اور دیوبندیوں کے خدا رشید احمد گنگوہی سے تعلق نہ رکھنے والے پر بزرگ ہونے کے باوجود عتاب کیا گیا، تو عوام الناس کس کھیت کی مولی ہیں؟ اگر یہ لوگ رشید احمد سے تعلق نہ رکھیں گے تو ان پر تو اور بھی عتاب ہوگا۔ مگر اس سے پہلے کہ آپ کچھ فیصلہ لیں ذرا اشرفعلی تھانوی کا یہ فرمان ملاحظہ فرمالیں، وہ کہتا ہے:

ہمارے مجمع میں یہ بات مشہور تھی کہ حضرت مولانا گنگوہی کو جس سے محبت ہو جاتی اس کا انتقال ہو جاتا تھا، اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ اپنے خاص بندے کا تعلق کسی اور سے ہو اگر طبعی طور پر ہو

جاتی تھی تو اس کی خاصیت یہ تھی کہ وہ بچتا نہ تھا۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۱۵، ص ۶۲)

مطلب یہ کہ اگر کسی دیوبندی نے اپنے خدا رشید احمد گنگوہی سے تعلق قائم کیا، اور بھولے سے بھی رشید احمد گنگوہی کو اس سے محبت ہوگئی تو اس کا مرنا یقینی ہو جاتا۔ اب مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ دیوبندیوں نے اس سے لاتعلقی کر کے اچھا کام کیا یا تعلق قائم کر کے؟

بہر حال! آپ یقیناً حیرت واستعجاب میں پڑ جائیں گے یہ جان کر کہ رشید احمد گنگوہی کا اپنے تئیں زمین وآسمان کے اس قدر قلابے ملانے کے بعد بھی دیوبندیوں نے اپنے "دینِ دیوبندیت" کے بانی کو کسی خاطر میں نہیں رکھا اور اس کے فرمان کی خلاف ورزی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور یہ ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کے مر کر مٹی میں مل جانے کے بعد ہی دیوبندیوں نے اس کی خلاف ورزی کی بلکہ اس کی زندگی میں بھی اکابر علمائے دیوبند میں شمار کیے جانے والوں نے رشید احمد گنگوہی کے دعووں کی حیثیت اپنے کردار سے دیوبندیوں پر ظاہر کر دی۔ پہلے نمبر پر تو رشید گنگوہی کا رفیق جانی قاسم نانوتوی ہے، آپ رشید گنگوہی کے اس دعویٰ کو پڑھ چکے کہ:

اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص ۱۷)

اس کی بغاوت خود اس کے رفیق جانی قاسم نانوتوی نے یہ کہہ کر کر دیا کہ:

کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اوروں کا اتباع کرے، تو بیشک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا، جس کا حاصل کفر والحاد ہے۔

(سوانح قاسمی، جلد دوم، سوم، ص ۴۳۷)

اور دوسرا ہے دیوبندیوں کا حکیم الامت اشرفعلی تھانوی، یہ کہتا ہے:

عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں مگر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نہیں فرماتے تھے، وہ

فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔(الکلام الحسن، جلد دوم، ص ۱۰۵)

ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ رشید احمد گنگوہی کی لاکھ کوششوں اور دعووں کے باوجود اس سے بغاوت اس کے عہد ہی سے جاری ہے۔ اب ہم اختصار کے ساتھ ذیل میں **مشتے نمونہ از خروارے** کے تحت چند اقتباسات قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ دیوبندی اپنے اس اندھے خدا یعنی رشید گنگوہی کے ابتدائی سطور پر منقول تمام تر دعووں پر پانی پھیرتے ہوئے اس سے کھلے بندوں بغاوت کرتے رہتے ہیں، اور یہ بغاوت کرنے والے کوئی عامی نہیں بلکہ اپنے حلقے میں اہلِ علم کہے جانے والے لوگ ہیں، ورنہ دیوبندی عوام الناس کی اپنے اندھے خدا یعنی رشید احمد گنگوہی سے کی جانے والی بغاوتوں کو جمع کریں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ لہٰذا یہاں ہم صرف ان لوگوں کو ہی قارئین کی عدالت میں پیش کریں گے جو دینِ دیوبندیت میں اہلِ علم سمجھے جاتے ہیں۔

عرس، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید گنگوہی کا فتویٰ

(سوال) جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

(جواب) کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۷۳، ۲۷۴)

رشید گنگوہی کی میلاد دشمنی کا اندازہ کریں کہ سوال میں صرف عرس کے بارے میں پوچھا گیا ہے، لیکن جواب میں عرس کے ساتھ میلاد کا بھی حکم لکھ مارا۔ اور عرس بھی کیسا کہ جس میں صرف قرآن شریف کی تلاوت اور شیرینی تقسیم کی جائے پھر بھی اس میں شرکت درست نہیں ہے، ایک اور فتویٰ میں لکھتا ہے:

عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۷۴)

دیوبندیوں کے مطابق رشید احمد گنگوہی کی عرس دشمنی کا عالم یہ تھا کہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے عرس کے زمانے میں:

اگر کوئی آپ کا معتقد ان دنوں میں آجاتا تو آپ کو تکلیف ہوتی۔ آپ اکثر ناراض ہوتے اور ترک تکلم فرما دیتے تھے۔(علمائے دیوبند کے واقعات و کرامات، ص ۱۱۰)

اور پھر ایک واقعہ بھی اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، دیوبندی لکھتا ہے:

ایک دفعہ حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحب حضرت گنگوہی کی زیارت سے بے تاب ہو کر گھر سے نکل پڑے۔ اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا۔ اگرچہ آنے والے کو اس کا وہم بھی نہ تھا مگر حضرت گنگوہی اپنے شیدائے سنت کے ہاتھوں مجبور تھے۔ آپ سے نہ ہو سکا کہ ان کی مزاج پرسی کریں یا محبت و مداومت سے پیش آئیں۔ آپ نے بجز سلام کا جواب دینے کے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ روٹی کھائی یا نہیں اور کب آئے اور کیوں آئے۔

مولانا محمد صالح کو اسی حالت میں کئی دن گزر گئے۔ حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا جس طرح شاق گزر رہا تھا، اس کو انہیں کے دل سے پوچھنا چاہیے تھا۔ حاضر خدمت ہوتے اور خاموش بیٹھ کر رنجیدہ و محزون واپس ہو جاتے۔ آخر اس حالت کی تاب نہ لا کر حاضر خدمت ہوئے اور رو کر عرض کیا کہ حضرت مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزا مل رہی ہے؟ میں تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اللہ واسطے معاف فرما دیجئے۔ اس وقت حضرت نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ میرا قصور نہیں جس کو میں معاف کر دوں۔ خدا کی خطا ہے اس سے معافی چاہو۔

اس وقت مولانا سمجھے کہ عرس کے دنوں میں آنا ناگوار گزرا ہے۔ چنانچہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا

کہ خدا شاہد ہے کہ مجھے تو عرس وغیرہ کے ساتھ ابتدا ہی سے شوق نہیں ہے اور نہ مجھے اس کا علم تھا ۔حضرت امام ربانی نے فرمایا: اگر چہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہ تھی مگر جس راستہ میں دو آدمی عرس کے لئے آرہے تھے، اسی میں تیسرے تم تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **من کثر سواد قوم فھو منھم** جو آدمی کسی قوم کی کثرت کا باعث ہوا وہ انہی میں سے ہے۔ (علمائے دیوبند کے واقعات وکرامات، ص ۱۱۱)

عرس سے اتنی نفرت تھی رشید احمد گنگوہی کو لیکن دیوبندیوں نے اس سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۱

نذیر رانجھا دیوبندی لکھتا ہے:

ایک مرتبہ خواجہ خان محمد نے ارشاد فرمایا: حضرت مولانا حسین علی صاحب ساکن واں بھچراں میں جب تک قوت تھی اس وقت تک حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کے عرس پر خانقاہ موسیٰ زئی شریف حاضر ہوتے رہے قبلہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی کے وصال پر خواجہ محمد سراج الدین صاحب نے جن اصحاب الرائے سے عرس کے بارے میں مشورہ لیا ان میں حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب نے ارشاد فرمایا خواجہ قندھاری اور خواجہ دامانی کا عرس اکٹھا کیا جائے یا الگ الگ کیا جائے؟ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اگر پانچ نمازیں بیک وقت جمع ہوسکتی ہیں تو حضرات مشائخ کا عرس بھی اکٹھا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا (حسین علی) چونکہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب کے استاد تھے، ان کی بات کو ترجیح دیتے ہوئے خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا چونکہ پانچ نمازیں جمع نہیں ہوسکتیں، اس لیے وہ عرس الگ الگ کیا جائے فلہٰذا خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف میں اس وقت سے یہی معمول چلا آرہا

ہے۔ (مقامات خواجۂ خواجگاں خواجہ خان محمد، ص ۲۳۸)

اور اب طیب قاسمی دیوبندی کی یہ شہادت ملاحظہ فرمائیں، کہتا ہے:

ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی انہیں نہیں روکتا تھا۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۲۱۹)

ایک اور خطاب میں برسرِ محفل یہی دیوبندی کہتا ہے:

ہمارے دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب نقشبندی تھے اور ہر سال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عرس کے موقع پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ یہ دارالعلوم کے مفتی اعظم تھے۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۱۰، ص ۱۸۲)

مگر یہاں دیوبندی حکیم الامت اشرفعلی تھانوی کی یہ بات بھی نہایت اہم ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتا ہے:

عرسوں کی طرف رنڈی بھڑوؤں کو زیادہ میلان ہوتا ہے بڑے شوق سے پہنچتے ہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۱۷، ص ۱۰۶)

مراقبہ، رشید گنگوہی اور دیوبندی

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دیوبندی فرقہ کے اکابر واصاغر محبوبان خدا (انبیاء واولیاء) سے بغض وعناد رکھتے ہیں، اس لیے ان سے متعلق عقیدت ومحبت پر مبنی امور پر دریافت کیے گئے سوال کے جواب میں دیوبندی بے دریغ شرک وبدعت کا فتوی دے دیتے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ایک سوال رشید احمد گنگوہی سے کیا گیا تو اس کے جواب میں وہ کیا لکھتا ہے؟ لیجیے سوال وجواب ملاحظہ کیجیے:

(سوال) تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور باندھتے

ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہوجاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہوجاتے ہیں ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے۔

(جواب) ایسا تصور درست نہیں۔اس میں اندیشہ شرک کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ،ص ۲۲۷)

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۲

محمود حسن گنگوہی کہتا ہے:

ہمارے استاذ تھے مولانا نبی حسن صاحب کتاب پڑھاتے وقت اگر کسی جگہ پر ضیق (تنگی) پیدا ہوتی مطلب پورے طور سے حل نہ ہوتا تو طلبہ کی جماعت سے فرماتے ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں، کتاب لیتے اور چل دیتے، حضرت شیخ الہند کے مزار پر بیٹھتے۔مراقبہ کرتے۔۔۔اور پھر آتے جماعت بیٹھی ہوئی ہوتی اب ان کو پڑھاتے اور بتلاتے کہ حضرت استاذ نے یہ مطلب بیان کیا اس چیز کا، حضرت استاذ نے یہ فرمایا۔(ملفوظات فقیہ الامت، جلد دوم، قسط عاشر،ص ۸۱)

بانی دین دیوبندیت کا فتویٰ تو "اندیشہ شرک" کا ہے اور دیوبندی ہیں کہ اس کی بغاوت کر کے اس کام کو کر گزرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

قبلہ وکعبہ، رشید گنگوہی اور دیوبندی

اہل اللہ سے بغض وعناد ہی تو ہے کہ ان کی تعریف بھی دیوبندیوں کو ہضم نہیں ہوتی، اور کسی نہ کسی طرح اس کا اظہار ان کے ذریعے ہو ہی جاتا ہے، جیسا کہ

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

قبلہ وکعبہ کسی کو لکھنا درست نہیں ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ،ص ۵۶۵)

اسی صفحہ پر "قبلہ وکعبہ" ہی کے متعلق ایک اور فتویٰ درج ہے اس میں رشید گنگوہی نے لکھا ہے:

ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے لکھنے مکروہ تحریمی ہیں لقولہ علیہ السلام لاتنظرونی (الحدیث) جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے

کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ،ص ۵۶۵)

اپنے دین دیوبندیت کے بانی رشید احمد گنگوہی جس کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ بقول دیوبندی **تقدیر الٰہی کے مطابق ہوتی ہے** اس کے اس فرمان پر دیوبندیوں نے کتنا عمل کیا؟ یا کر رہے ہیں لیجیے ملاحظہ کیجیے:

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۳

اشرفعلی تھانوی اسی گنگوہی کے تعلق سے کہتا ہے:

حضرت قبلہ وکعبہ کا قول وفعل ہے۔(آداب افتاء واستفتاء،ص ۲۷۸)

اور رشید احمد گنگوہی کے متعلق محمود حسن دیوبندی لکھتا ہے:

مرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی۔(مرثیۂ گنگوہی،ص ۹)

جبکہ اس محمود حسن کو بھی اشرفعلی تھانوی نے یہی کہا ہے، کہتا ہے:

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی میرے استاد ہیں قبلہ ہیں کعبہ ہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۴،ص ۲۳۸)

اور امین پالن پوری دیوبندی لکھتا ہے:

حضرت پیر ومرشد قبلہ وکعبہ حاجی صاحب۔(محاضرات علمیہ بر موضوع رضاخانیت،ص ۵۹)

اس کے علاوہ بھی متعدد کتب ورسائل میں اپنے مولویوں کو دیوبندیوں نے "قبلہ وکعبہ" لکھا ہے۔

تکفیر صحابہ، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

جو شخص صحابہ میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔(فتاویٰ رشیدیہ،ص ۲۷۴)

رشید گنگوہی کے نزدیک صحابہ کی تکفیر کرنے والا اسلام تو اسلام ہے اہل سنت و جماعت سے بھی خارج نہیں ہوگا۔

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۴

جبکہ دارالعلوم وقف دیوبند کا مفتی اعظم احمد علی سعید دیوبندی سے سوال ہوا:

سوال: جو اللہ اور اس کے رسول کی توہین کرے یا صحابہ کرام کی تکفیر کرے ایسے شخص کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: اس کو خارج از اسلام قرار دیا جائے گا۔

(فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند، جلد ۱، ص ۱۵۲)

توجہ فرمائیں! گنگوہی کے نزدیک صحابہ کی تکفیر کرنے والا اہل سنت و جماعت سے بھی خارج نہیں ہوگا مگر اس کے اس فرمان سے علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم نے ایسے شخص کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔

قدم بوسی، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے، اور **پاؤں چومنا** ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے، حدیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ،)

اس فتویٰ میں رشید احمد نے قدم بوسی یعنی پاؤں چومنے کو نہ صرف یہ کہ درست لکھا ہے بلکہ اسے حدیث سے ثابت شدہ قرار دیا ہے۔ لیکن حسبِ سابق دیوبندیوں نے اس فرمانِ رشید گنگوہی سے بغاوت کر لی۔

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۵

مفتیانِ دارالعلوم وقف دیوبند نے لکھا ہے:

قبر کو بوسہ دینا، زمین بوسی، **قدم بوسی** یہ چیزیں اکرام مسلم میں غلو ہونے کی وجہ سے بدعت و گمراہی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند، جلد اول، ص ۴۸۴)

کیا عجیب طرفہ تماشا ہے ایک کہتا ہے کہ قدم بوسی حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ "بدعت و گمراہی ہے" اس بغاوت پر قارئین خود فیصلہ فرمالیں۔

تفویۃ الایمان، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

تقویۃ الایمان جناب مولانا اسماعیل صاحب شہید کی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۹۲)

تفویۃ الایمان کو جہاں رشید احمد گنگوہی نے اسماعیل دہلوی کی کتاب بتایا ہے وہیں خود اسماعیل دہلوی نے بھی اسے اپنی کتاب قرار دیا ہے دیگر دیوبندی علما نے اسے اسی کی کتاب قرار دیا ہے، اگرچہ اس کے سخت الفاظ اور بے جا تشدد کا بھی اعتراف کیا ہے۔ مگر رشید گنگوہی کے اس فتویٰ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے دیوبندیوں نے اس سے بھی بغاوت کر لی۔

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۶

چنانچہ احمد رضا بجنوری دیوبندی انور کشمیری کے حوالے سے لکھتا ہے:

ہمارے شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تحقیق میں اس کتاب کی نسبت حضرت شہید کی طرف صحیح نہیں ہے (مکتوباتِ مدنی، ۲۰۵، جلد ۲) اور ہم بھی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ ان کی تالیف نہیں ہے۔ (انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۳۹۲)

ایسی اور بھی کتابیں ہیں جن میں اس بدنام زمانہ کتاب کو دیوبندیوں نے رشید احمد گنگوہی سے بغاوت کرتے ہوئے اسماعیل قتیل کی کتاب ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔

سالگرہ، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے

سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۵۶۷)

سالگرہ یعنی بچوں کا برتھ ڈے منانے میں رشید احمد کو کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ہے مگر دیوبندیوں نے اس سے بغاوت کرتے ہوئے اس فتویٰ کی بھی مخالفت کی۔

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۷

جبکہ دارالعلوم دیوبند کا مدرس رفعت قاسمی دیوبندی لکھتا ہے:

سالگرہ منانا اور قسم قسم کے خرافات کرنا سب شریعت کے خلاف ہے، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے ۔ (فتاویٰ رشیدیہ)۔ (مکمل و مدلل مسائل شرک و بدعت، ص ۱۱۱)

یہاں ایک بات پر آپ نے غور فرمایا؟ رفعت قاسمی دیوبندی نے یہ جو بھی لکھا ہے وہ "فتاویٰ رشیدیہ" کے حوالے سے لکھا ہے، حالانکہ فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ اوپر نقل کیا گیا ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ مگر رفعت قاسمی دیوبندی نے سرِ عام سیاہ جھوٹ لکھ مارا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا رشید احمد دیوبندی جو دیوبندیوں کا مفتی اعظم بھی ہے، وہ لکھتا ہے:

سالگرہ منانا ایک قبیح رسم ہے، اس کا ترک واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ، جلد ۸، ص ۱۵۴)

یزید پلید، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

یزید پلید کے نام سے آج کون ناواقف ہوگا؟ لیکن آپ اس بات سے ضرور ناواقف ہوں گے کہ یزید

پلید کے تعلق سے بھی رشید احمد گنگوہی نے جو لکھا تھا اس کی بھی عدولی دیوبندیوں نے کی ہے۔ چنانچہ رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

حضرت معاویہ نے یزید کو خلیفہ کیا تھا۔ اس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۹۳)

نیز یزید کے متعلق لکھتا ہے:

یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۹۳)

رشید احمد گنگوہی کا یہ فتویٰ بالکل صاف ہے کہ یزید مسندِ خلافت سے قبل اچھی صلاحیت کا مالک اور صالح انسان تھا، جب خلافت مل گئی تب بگڑ گیا۔ لیکن ساجد خان دیوبندی نے اپنے بانی دین دیوبندیت جناب رشید احمد کے اس فتویٰ کی تکذیب کر دی ہے۔

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۸

ساجد خان نقشبندی لکھتا ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے ہی نافرمان تھے، چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے اتنے سخت ناراض ہوئے ایک دفعہ گفتگو بھی ترک کر دی۔ (کردار یزید، ص ۴)

نیز لکھتا ہے:

جوانی میں شراب پینے کے عادی تھے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ شرابی ہیں تو آپ نے ان کی تادیب بھی کی۔ (ایضاً، ص ۴)

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

(سوال) ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والدین مسلمان تھے یا نہیں۔

(جواب) حضرت ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۴۵)

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۹

حالانکہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی کتاب "فقہ اکبر" کی شرح الیاس گھمن نے "شرح فقہ الاکبر" کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے:

ووالدا رسول اللہ ﷺ ماماتا علی الکفر (شرح فقہ الاکبر، ص ۵۱۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے والدین کی وفات حالت کفر پر نہیں ہوئی۔

نیز لکھتا ہے:

علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (ت 911ھ) نے اس مسئلہ پر چھ رسائل تحریر فرمائے ہیں جن میں آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے۔

(شرح فقہ الاکبر، ص ۵۲۲)

اور دیگر رسائل کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مولانا عبدالخالق ملتانی (ت 1386ھ) [تقسیم ہند سے قبل مدرس دارالعلوم دیوبند، تقسیم کے بعد مدرس جامعہ عباسیہ بہاولپور، بعدہ شیخ الحدیث قاسم العلوم ملتان، بعدہ بانی، صدر المدرسین و شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا] نے رسالہ لکھا:

رحمۃ اللعالمین ﷺ کے والدین جنتی ہیں (ایضاً، ۵۲۳)

یہاں الیاس گھمن کی یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ

اگر کسی مسئلہ میں اکابرین امت کا اختلاف ہو تو وہ رائے عام کی جائے جو امت کے لیے زیادہ

مفید ہو۔ (ایضاً، ص ۵۲۳)

کیا یہ بات رشید گنگوہی کو سمجھ میں نہیں آئی کہ کون سی بات امت کے لیے مفید ہے اور کون سی مضر؟ فیاللعجب!

بینک، رشید گنگوہی اور دیوبندی

رشید گنگوہی کا فتویٰ

بینک میں روپیہ داخل کرنا جیسا کہ بعض علما دار کہتے ہیں درست نہیں ہے اور عدم جواز عام ہے خواہ سود لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نادرست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۵۰۲)

ایک اور فتویٰ میں لکھتا ہے:

بینک میں روپیہ داخل کرنا نادرست ہے خواہ سود لے یا نہ لے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۵۰۲)

دیوبندیوں کی بغاوت نمبر ۱۰

جبکہ تقی عثمانی دیوبندی رشید احمد گنگوہی سے بغاوت کرتے ہوئے بینک میں روپیے جمع کرنے کی اجازت دیتا ہے، چنانچہ اس سے سوال ہوا:

سوال:- بینک میں رقم جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- بینک میں رقم رکھوانا ضروری ہو تو کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائے جس پر سود نہیں دیا جاتا۔ (فتاویٰ عثمانی، جلد سوم، ص ۲۸۵)

یہی نہیں بلکہ اپنے امام ربانی اور غوث الاعظم کی بغاوت میں دیوبندی اتنے جری اور بے باک ہو چکے ہیں کہ باضابطہ دارالعلوم اور دیگر اداروں کے روپیے بھی بینک میں رکھے جاتے ہیں، جسے رشید گنگوہی نے نادرست قرار دیا تھا، فتاویٰ عثمانی جلد سوم کے ایک سوال میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں لکھا ہے:

دارالعلوم یا دیگر رفاہی ادارے جو بینک میں پیسے رکھتے ہیں وہ کون سے اکاؤنٹ میں رکھواتے ہیں۔(فتاویٰ عثمانی، جلد سوم، ص ۲۹۰)

بلکہ یہ لوگ مسجد کی رقم بھی بینک میں جمع کرتے ہیں، جیسا کہ محمود الفتاویٰ کے ایک سوال میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، لکھا ہے:

ایک مسجد کا روپیہ بینک میں جمع ہے۔(محمود الفتاویٰ، جلد سوم، ص ۶۲)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے مدارس ہوں یا مساجد یا دیگر ادارے ہر جگہ رشید گنگوہی کی خلاف ورزی اور بغاوت کرنا دیوبندیوں کی عمومی عادت ہو چکی ہے۔ اور ان اقتباسات وحوالہ جات سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ بانی دین دیوبندیت رشید گنگوہی کی خود اپنی لاکھ کوششوں اور بڑے بڑے دعووں اور اس کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھانے کے لیے غلو سے کام لیتے ہوئے اس کے متعلق دیوبندیوں نے جو ہوائی فائرنگ کی اور یہ ہوّا بنایا کہ

مولانا کی زبان سے جو بات نکلتی ہے تقدیرِ الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔

(تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص ۲۱۹)

اور خود رشید گنگوہی نے یہ اعلان کیا کہ

حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔

(ارواحِ ثلٰثہ، ص ۲۳۰)

اور کوئی دیوبندی حکم عدولی اور بغاوت کا خیال بھی دل میں نہ لائے اس لیے یہ بھی بتا دیا گیا کہ

اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔(تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص ۱۷)

باوجود اس کے دیوبندیوں پر ان باتوں کا کیا اثر پڑا یہ آپ اس مختصر تحریر سے بخوبی سمجھ چکے ہوں گے۔